اخبار الرایہ

شمارہ نمبر 589

(04-مارچ-2026)

(عربی سے ترجمہ)

دارفور کو الگ کرنے کا سلسلہ کہاں تک پہنچا؟.. 2

ظالم ٹرمپ اور اس کے چیلے، قابض یہودی وجود نے ایران پر ایک وحشیانہ حملہ برپا کر دیا!.................................... 6

رمضان المبارک نصرت اور فتحِ مبین کا مہینہ ہے.. 11

ہندو ریاست کے وزیر اعظم کا یہودی وجود کا دورہ مسلمانوں کے خلاف اپنے اتحاد کو مضبوط کرنے کے لیے ہے.................... 13

مسئلہ فلسطین: کس سمت جا رہا ہے؟.. 14

ٹرمپ کا 'اسٹیٹ آف دی یونین' خطاب مسلمانوں کے لیے چار اہم اسباق کی تصدیق کرتا ہے.................................. 18

ہمارا چھٹکارا ان نظاموں کے اندر سے ممکن نہیں جو ہم پر حکمران ہیں... 22

خواجہ آصف کا یہ اعتراف کہ پاکستانی نظام "ٹوالٹ پیپر" ہے، درحقیقت 75 سالہ غداری کا اقرار ہے.............................. 23

"تم انہیں متحد سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے جدا (پھٹے ہوئے) ہیں"................................... 27

اسلام عقیدے اور نظام کے درمیان ٹوٹے ہوئے تعلق کو دوبارہ جوڑنے کی دعوت دیتا ہے.................................. 28

گہرے سیاسی اسباق کا مجموعہ... 29

ٹرمپ کی امن کونسل جدید دار الندوہ کی سازش.. 30

سرمایہ دارانہ بین الاقوامی ادارے: استعماری اوزار.. 33

جو نصرت چاہتا ہے وہ پہلے اسے اپنے اندر تلاش کرے.. 34

میونخ سیکورٹی کانفرنس 2026: عالمی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار اور نئے توازنات کا آغاز.................................... 35

امریکہ کا مغربی کنارہ کی بستیوں میں قونصلر خدمات فراہم کرنے کا اعلان.. 39

شہر رمضان المبارک: عظیم اسلام کی نصرت کے لیے ہمتیں جوان کرنے کا موقع...................................... 40

بے شک خلافت کے قیام کے لیے کام کرنا محض ایک سیاسی معاملہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک عبادت ہے جس کے ذریعے ہم اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں، کیونکہ یہ اسلامی زندگی کا دوبارہ آغاز اور ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے لیے زمین میں خلافت اور تمکین (اقتدار) کے اللہ کے وعدے کی تکمیل ہے۔ پس رمضان وہ مہینہ ہے جس میں نیکیاں بڑھا دی جاتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں، لہٰذا اسے اللہ کے ساتھ اس کے دین کی نصرت، اس کے حکم کے قیام کے لیے کام کرنے، اور "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے جھنڈے تلے امت کی وحدت کی کوشش کے عہد کی تجدید کا مہینہ ہونا چاہیے۔

ادارِیہ

دارفور کو الگ کرنے کا سلسلہ کہاں تک پہنچا؟

تحریر: استاد ابراہیم عثمان (ابو خلیل)

(ترجمہ)

ایک اچانک پیش رفت میں، ریپڈ سپورٹ فورسز (RSF) نے شمالی دارفور کے علاقے 'دامرۃ مستریحہ' پر حملہ کر کے پیر 23 فروری 2026 کو اس پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ یہ علاقہ قبیلہ محامید کے سربراہ اور نام نہاد 'انقلابی بیداری کونسل' کے صدر موسیٰ ہلال کا گڑھ ہے۔ اس قبضے سے قبل، اتوار 22 فروری 2026 کو اس علاقے پر ڈرونز کے ذریعے بمباری بھی کی گئی تھی۔

اگرچہ موسیٰ ہلال نے واضح طور پر فوج کا ساتھ دینے کا اعلان کر رکھا تھا، لیکن اس نے ریپڈ سپورٹ فورسز کے خلاف جنگ میں عملی طور پر حصہ نہیں لیا اور پوری جنگ کے دوران اپنے علاقے ہی میں مقیم رہا۔ اطلاعات کے مطابق، اپنے علاقے پر قبضے ہو جانے کے بعد وہ پڑوسی ملک چاڈ منتقل ہو گیا ہے، جبکہ خبریں، اس کے ایک بیٹے کی ہلاکت اور دوسرے کے زخمی ہونے کی تصدیق کرتی ہیں۔ یہاں یہ تذکرہ ضروری ہے کہ موسیٰ ہلال ماضی میں 'نظامِ انقاذ' (سابقہ حکومت) کے اہم مہروں میں شمار ہوتا تھا، جہاں اس نے ان مسلح تحریکوں کے خلاف حکومت کا ساتھ دیا جو آج 'مشترکہ افواج' کے نام سے موجودہ حکومت کے شانہ بشانہ لڑ رہی ہیں۔ سابق صدر عمر البشیر نے 2008 میں اسے وفاقی وزارت میں مشیر بھی مقرر کیا تھا۔

موسیٰ ہلال نے 2014 میں 'انقلابی بیداری کونسل' کی بنیاد رکھی، لیکن بعد ازاں اس کے حکومت کے ساتھ اختلافات پیدا ہو گئے۔ یہ اختلافات خاص طور پر ریپڈ سپورٹ فورسز کے ظہور کے بعد بڑھے، جس کی قیادت محمد حمدان دقلو (حمیدتی) کر رہا ہے، جو کبھی موسیٰ ہلال کی ملیشیا میں ایک عام سپاہی تھا۔ 2017 میں ہلال اور ریپڈ سپورٹ فورسز کے درمیان مسلح تصادم ہوا، جس کے نتیجے میں اسے گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا اور جیل بھیج دیا گیا، تاہم 2021 میں خودمختار کونسل کے معافی نامے کے بعد اسے رہا کر دیا گیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت نے اسے کیوں قربان کیا اور اس کی مدد میں سستی کیوں برتی، جس کی وجہ سے ریپڈ سپورٹ فورسز اس وقت یہ کارروائی کرنے میں کامیاب ہوئیں؟۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ امریکہ کا منصوبہ اس جنگ کے ذریعے اپنے ایجنٹ محمد حمدان دقلو (حمیدتی) کے ہاتھوں دارفور کو سوڈان سے الگ کرنا ہے۔ حالیہ عرصے میں فوج اور ریپڈ سپورٹ فورسز کے درمیان جنگ بندی کی باتیں کثرت سے ہو رہی ہیں، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ امریکہ کی نیت پورے دارفور کو ریپڈ سپورٹ فورسز کے حوالے کرنے کی ہے۔ اس تناظر میں، دارفور میں موسیٰ ہلال کی موجودگی، جو ایک مسلح قوت رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک بااثر قبائلی سربراہ بھی ہیں، مستقبل کے کسی بھی مذاکرات کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی تھی۔ اسی لیے امریکہ نے اپنے ایجنٹ حمیدتی کو انہیں راستے سے ہٹانے کا اشارہ دیا، تاکہ دارفور میں ان کے مقابلے میں کوئی نہ رہے اور صرف 'طینہ' جیسے چند چھوٹے سرحدی علاقے باقی بچیں جن پر قبضہ کرنے کے لیے ریپڈ سپورٹ فورسز کو شدید مزاحمت کا سامنا ہے، کیونکہ یہ علاقے مناوی اور جبریل کی افواج کے مراکز سمجھے جاتے ہیں۔

جہاں تک دیگر محاذوں کا تعلق ہے، خاص طور پر کردوفان میں، تو وہاں گزشتہ دو ماہ سے جنگ تقریباً تھمی ہوئی ہے، سوائے ڈرونز اور فضائیہ کی اکا دکا کارروائیوں کے۔ اس کا عملی مطلب یہ ہے کہ ایک غیر اعلانیہ جنگ بندی موجود ہے، باوجود اس کے کہ فوجی قیادت بار بار یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ ریپڈ سپورٹ فورسز کے مکمل خاتمے سے قبل کسی بھی مذاکرات کو قبول نہیں کریں گے۔ تاہم، امریکہ اس بات پر بضد ہے کہ اس جنگ کا کوئی فوجی حل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی فریق عسکری طور پر جیت سکے گا، جو اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ دارفور کی علیحدگی کے اپنے مجرمانہ منصوبے پر عمل پیرا ہے۔

رہی بات اس کی کہ مسعد بولس کی جانب سے بار بار تذکرے کے باوجود امریکہ نے اب تک جنگ بندی کیوں نافذ نہیں کی، تو اس کی وجہ لوگوں کو جنگ بندی قبول کرنے کے لیے اس 'نہ جنگ نہ امن' کی طویل ہوتی ہوئی صورتحال کے سائے میں ذہنی طور پر تیار کرنا ہے جو آج تک میدانِ جنگ پر حاوی ہے۔ امریکی صدر کے عرب اور افریقی امور کے سینئر مشیر، مسعد بولس نے جمعہ 20 فروری 2026 کو سوڈان کے بحران پر بحث کے لیے منعقدہ سلامتی کونسل کے اجلاس کے دوران جنگ کے خاتمے کے لیے بین الاقوامی ہم آہنگی کے پانچ نکات طے کیے تھے۔ اس نے 'ایکس' پلیٹ فارم پر ایک پوسٹ میں ایک ہزار سے زائد دنوں سے جاری اس لاحاصل تنازع کو ختم کرنے کی فوری ضرورت پر زور دیا۔ اس نے مزید کہا کہ برطانوی وزیر خارجہ ایویٹ کوپر کی صدارت میں سلامتی کونسل نے ایک واضح اور متحدہ پیغام دیا ہے کہ: "اس تنازع کا کوئی فوجی حل نہیں ہے اور اب لڑائی ختم کرنے کا وقت آگیا ہے"۔

سوڈانی وزارت خارجہ نے بولس کے بیانات پر ایک بیان میں ردعمل دیتے ہوئے کہا کہ کسی بھی تجویز کا پیش کیا جانا لازمی طور پر حکومت کی جانب سے اس کی قبولیت یا منظوری کے معنی میں نہیں ہے۔ لیکن یہ زبان انکار کے معنی میں نہیں ہے، کیونکہ جملہ "لازمی طور پر قبولیت یا منظوری نہیں" سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اسے قبول کیا بھی جا سکتا ہے اور منظور بھی کیا جا سکتا ہے، جہاں اس جملے کو یوں بھی پڑھا جا سکتا ہے کہ "لازمی طور پر اس کا مسترد ہونا مراد نہیں"۔ کیونکہ اگر وہ بولس کی پیش کردہ جنگ بندی کو مسترد کرنا چاہتے تو واضح طور پر کہتے کہ وہ کسی بھی بیرونی فریق کی طرف سے پیش کردہ کسی بھی تجویز یا منصوبے کو قبول نہیں کرتے۔ خاص طور پر جبکہ وزارت خارجہ کا بیان ملک کے وسیع تر مفاد، سوڈان کی قومی سلامتی، مکمل قومی خودمختاری، سوڈانی زمین کی وحدت، اس کے اداروں کے اتحاد اور اس کی علاقائی سالمیت کے تحفظ کی بات کرتا ہے۔ سوڈانی وزارت خارجہ نے اس بات پر زور دیا کہ سوڈان ایک خودمختار ریاست ہے اور اپنے فیصلے اور موقف اپنے قومی مفادات کی بنیاد پر طے کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ایسی خودمختاری اور آزادانہ فیصلوں کی بات کیسے کی جا سکتی ہے جبکہ امریکہ سوڈان کو نکیل ڈال کر بالکل جنوبی سوڈان والے منظرنامے کے تحت تقسیم اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے

کی طرف لے جارہاہے، یہاں تک کہ اسے مذاکرات اور ایسے ایجنڈوں کے ذریعے علیحدگی تک پہنچا دیا گیا جو ملک کے حکمرانوں پر مسلط کیے گئے تھے، جیسا کہ اس وقت کے صدر البشیر نے خود اعتراف کیا تھا کہ: "امریکہ ہی وہ ہے جس نے جنوب کو الگ کیا"!

ہم نہیں چاہتے کہ کچھ عرصے بعد یہ جملہ سنیں کہ "امریکہ ہی نے دارفور کو الگ کیا"، لہٰذا سوڈان کی وحدت اور اس کے فیصلوں کی حقیقی آزادی کے تمام بہی خواہوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دارفور کی علیحدگی کو روکنے کے لیے سنجیدہ کوششیں کریں، اور نادان نہ بنیں کہ امریکہ سوڈان کی دھجیاں اڑانے کے اپنے شیطانی منصوبے پر عمل درآمد کرسکے!

بطور مسلمان اصل اصول یہ ہے کہ ہم حالات جیسے بھی ہوں، اپنے معاملات میں کافر کی مداخلت ہرگز قبول نہ کریں، کیونکہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے، خاص طور پر امریکہ جس کے ہاتھوں ہم پہلے بھی ڈسے جاچکے ہیں، تو ہم اسے دوبارہ ڈسنے کا موقع کیسے دے سکتے ہیں؟! ایک مسلمان اپنے معاملے میں کافر کی مداخلت قبول نہیں کرتا۔ جب اسلام کی عزت و غیرت مسلمانوں کے ذہنوں پر غالب تھی، تو حضرت معاویہؓ نے قیصر روم کی مدد لینے سے انکار کر دیا تھا جس نے حضرت علیؓ بن ابی طالب اور ان کے درمیان جنگ اور دشمنی کی صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ قیصر نے حضرت معاویہؓ کو خط بھیجا جس میں لکھا تھا: "ہمیں معلوم ہوا کہ آپ کے اور علیؓ بن ابی طالب کے درمیان کیا ہو رہا ہے، اور ہماری نظر میں آپ ان کے مقابلے میں خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، اگر آپ حکم دیں تو میں آپ کی طرف ایک لشکر بھیجوں جو آپ کو علیؓ کا سر لا کر دے"۔ حضرت معاویہؓ نے قیصر روم کو ان الفاظ میں منہ توڑ جواب دیا: "دو بھائیوں کا آپس کا جھگڑا ہے، تم اس میں مداخلت کرنے والے کون ہوتے ہو؟ اگر خاموش نہ ہوئے تو میں تمہاری طرف ایسا لشکر بھیجوں گا جس کا اگلا حصہ تمہارے پاس ہوگا اور آخری میرے پاس، وہ تمہارا سر لا کر دیں گے جو میں علیؓ کی خدمت میں پیش کروں گا"۔

ایسی ہوتی تھی عزت اور ایسی ہوتی ہے خود مختاری۔ ہم استعماری کافر مغرب کے سامنے جھکنے والے اور اس کے فیصلوں اور سازشوں کے تابع ان انسانوں کے بنائے ہوئے نظاموں کے سائے میں کبھی حقیقی خود مختاری کا لطف نہیں پاسکتے، جب تک کہ ہم اپنے اسلام کی طرف نہ لوٹ جائیں اور اپنی زندگی کی بنیاد اس پر نہ رکھ دیں، اور وہ بھی اس کی ریاست یعنی نبوت کے نقشِ قدم پر قائم خلافتِ راشدہ کے سائے میں۔

حزب التحریر ولایہ سوڈان کے ترجمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ظالم ٹرمپ اور اس کے چیلے، قابض یہودی وجود نے ایران پر ایک وحشیانہ حملہ برپا کر دیا!

(ترجمہ)

ہفتہ کے روز امریکہ اور یہودی وجود نے ایران کے خلاف باہمی اشتراک کے ساتھ ایک وسیع حملے کا آغاز کر دیا، جس کے نتیجے میں دارالحکومت تہران سمیت قم، اَصفهان، کرمانشاہ اور کرج جیسے شہر زوردار دھماکوں سے گونج اٹھے۔ امریکی صدر، ڈونلڈ ٹرمپ نے ایران پر حملے کے آغاز کا اعلان کرتے ہوئے کہا، "ہم نے ایران میں بڑی جنگی کارروائیوں کی باقاعدہ شروعات کر دی ہے"۔ 'اسرائیلی' چینل-12 نے رپورٹ کیا کہ "اسرائیل" نے ایرانی حکومت کے درجنوں اہداف کو نشانہ بنایا ہے" (الجزیرہ، 28 فروری، 2026ء)۔ ٹرمپ نے اپنی متکبرانہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے دعویٰ کیا کہ امریکہ اور اس کی افواج دنیا کی سب سے طاقتور اور مضبوط عسکری قوت ہیں، اور یہ کہ وہ ہرگز اس امر کی اجازت نہیں دے گا کہ ایران کے پاس ایٹمی اسلحہ اور میزائل موجود رہیں۔ ٹرمپ کے چیلے، نیتن یاہو نے بھی انہی بیانات کا اعادہ کیا اور ٹرمپ کی زبان کو دُہرایا۔ جبکہ ایران کی وضاحت کو الجزیرہ چینل نے ان الفاظ میں رپورٹ کیا، "ایران کے وزیر خارجہ، عباس عراقچی نے بیان دیا کہ ان کا ملک اپنے دفاع کے بنیادی اور قانونی حق، کے دائرے میں رہتے ہوئے ملکی دفاع کے لیے اپنی عسکری صلاحیتوں کو بروئے کار لائے گا" (28 فروری، 2026ء)۔ پس ایران نے بھی قابض یہودی وجود اور خلیج میں موجود امریکی اڈوں پر میزائل داغنے کا آغاز کر دیا۔

یہودی وجود کے طیاروں اور امریکی فضائیہ نے مل کر خشکی سے، سمندر سے اور فضا سے آج ایران کے فوجی اڈوں اور سرکاری مراکز پر حملے کا آغاز کیا، جن میں سے زیادہ تر حملے ایران کے دارالحکومت میں واقع سرکاری ہیڈکوارٹرز، ایرانی سپریم لیڈر اور ایرانی صدر کے دفتر پر مرکوز رہے۔ ابتدائی بیانات یہ اشارہ دیتے ہیں کہ یہ حملے چار سے دس دن تک جاری رہ سکتے ہیں، اور غیر معینہ مدت تک کے لئے بھی جاری رہ سکتے ہیں جب تک کہ ایران کے جوہری اور میزائل پروگرام مکمل طور پر ختم نہ کر دیے جائیں۔ "اسرائیلی ذرائع نے اشارہ دیا کہ حملوں کا پہلا مرحلہ ممکنہ طور پر چار دن تک

جاری رہ سکتا ہے، اور اسے جولائی 2025ء کے موسمِ گرما کے دوران شروع کی گئی بارہ روزہ جنگ کا تسلسل قرار دیا جا رہا ہے۔ دریں اثناء، خبر رساں ادارے، سی بی ایس (CBS) کے مطابق، ایک امریکی ذرائع نے بتایا کہ حالیہ امریکی ملٹری کاروائی تقریباً دس دن تک جاری رہ سکتی ہے" (العربیہ، 28 فروری، 2026ء)۔

اے مسلمانو!

ایران کے خلاف یہ وحشیانہ حملہ ایک ایسے وقت میں کیا جا رہا ہے کہ جب اس کی خارجہ پالیسی امریکہ کے مدار میں ہی گردش کر رہی تھی اور وہ خطے میں عراق، افغانستان اور دیگر بہت سے علاقوں میں امریکہ کی برپا کی گئی جنگوں میں امریکہ کو خدمات فراہم کر رہا تھا۔ اُس وقت امریکہ نے ایران کے خلاف میزائلوں اور جوہری ہتھیاروں کا معاملہ نہیں اٹھایا تھا۔ بلکہ اوباما نے یورپی ممالک کے اشتراک سے ایران کے ساتھ 2015ء کا معاہدہ طے کیا تھا، جس کے تحت ایران کو 3.67 فیصد تک یورینیم افزودہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ ان تمام برسوں کے دوران ایران کی خارجہ پالیسی امریکہ کے مدار میں گردش کرتی رہی، تقریباً اسی طرح جیسا کہ ترکی کا معاملہ تھا۔ پھر جب جابر ٹرمپ برسرِ اقتدار آیا تو اس نے چاہا کہ ایران امریکہ کے دائرہ اثر میں چلتے رہنے سے بڑھ کر اب ایک اطاعت گزار ایجنٹ ریاست بن کر رہے، وہ وہی کچھ بولے جو ٹرمپ کہے اور وہی کچھ کرے جو ٹرمپ چاہے۔ پس ایران ابتدا میں امریکہ کے پرفریب مذاکرات میں داخل ہوا، جو مسقط میں ہوئے، اور اس کے تقریباً پانچ راونڈز ہوئے۔ بعد ازاں ٹرمپ اور یہود نے ایران پر حملوں کا آغاز کر دیا، جنہیں "بارہ روزہ جنگ" کا نام دیا گیا، اور یہ واقعات بعینہٖ اسی ترتیب سے ہوئے۔ ٹرمپ نے اعلان کیا کہ اس نے تین ایرانی ایٹمی تنصیبات کو کامیابی سے نشانہ بنا کر تباہ کر دیا ہے۔ اس نے اشارہ دیا کہ فردو، نطنز اور اَصفہان کے جوہری مراکز کو نشانہ بنایا گیا ہے، اور ٹرمپ نے ایران سے مطالبہ کیا کہ وہ امن قائم کرے اور جنگ کا خاتمہ کرے۔ امریکی وزیرِ دفاع، پیٹ ہیگستھ (Pete Hegseth) نے بھی اس امر کی توثیق کی کہ امریکی حملوں نے ایران کے جوہری عزائم کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے (بی بی سی، 22 جون، 2025ء)۔

بہر حال وہ حملے ایران کو ایک عالمی طاقت کے مدار میں گردش کرنے والی ریاست کی حیثیت سے نکال کر ایک ایجنٹ ریاست میں تبدیل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بلکہ ایران میں چند آوازیں اٹھیں کہ ہمیں امریکی خارجہ پالیسی کے دائرے میں گردش کرنے سے مکمل طور پر نکل جانا چاہیئے۔ چنانچہ امریکہ نے ایک بار پھر مذاکرات کا حربہ استعمال کیا، اور اسی پرانے ایجنڈے کو موضوعِ بحث بنایا، یعنی ایران کے میزائل اور جوہری پروگراموں اور اسلحہ سازی کا خاتمہ۔

اور جس طرح ماضی میں پانچ راؤنڈز کے مذاکرات کے بعد حملہ کیا گیا تھا، وہی منظر نامہ ہو بہو اس مرتبہ بھی دہرایا گیا ہے؛ اور اس بار تو مذاکرات کے تین ادوار کے بعد ہی حملے کا راستہ اختیار کر لیا گیا!

اے مسلمانو!

مسلم ممالک کے حکمران اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں کہ کفار کا حلیف بننا کس قدر سنگین ہے، اور ایسا کرنا نہ صرف دنیا میں رسوائی کا باعث ہے بلکہ اس کے لئے آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

﴿الَّـذِينَ يَتَّخِـذُونَ الْكَـافِرِينَ أَوْلِيَـاءَ مِنْ دُونِ الْمُـؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعاً﴾ "جو لوگ مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، تو کیا وہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ بے شک عزت تو ساری اللہ ہی کے لئے ہے" (سورۃ النساء؛4:139)۔

مسلم علاقوں کے حکمران اس بات کا ادراک نہیں کرتے کہ کافر اقوام کا اولین مقصد اپنے مفادات کی حفاظت کرنا ہے اور وہ مسلمانوں کے خلاف بغض رکھتے ہیں اور دن رات ان سے دشمنی کرتے ہیں۔ اگر یہ کفار ایک ایسے ملک سے کسی رضامندی کا اظہار کرتے ہیں جو ان کے دائرۂ اثر میں گردش کر رہا ہو، حتیٰ کہ کوئی حکمران ان کا مکمل ایجنٹ ہی ہو؛ تو ان کفار کی طرف سے رضامندی کا یہ اظہار اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ اس ملک کا بھلا چاہتے ہیں، بلکہ اس کے ذریعے وہ اپنے اصل جذبات کو چھپاتے ہیں اور اپنے شر پر پردہ ڈالتے ہیں۔ اگر مسلم دنیا کے حکمران – خواہ وہ ان کے دائرۂ اثر میں گردش کر رہے ہوں یا ہر پہلو میں ان ایجنٹ ہوں – یہ بات سمجھ لیتے کہ جب امریکہ کے مفادات ان حکمرانوں کو ہٹانے کا تقاضا کرتے ہیں تو امریکہ انہیں قطعاً کوئی اہمیت نہیں دیتا، تو یہ حکمران شاید تاریخ کے اسباق سے کوئی سبق سیکھ لیتے۔ کتنے ہی ایجنٹ ایسے ہیں جنہیں امریکہ نے ان کا کردار ختم ہو جانے کے بعد تاریخ کے کوڑے دان میں پھینک دیا؟ اگر ان حکمرانوں میں ذرہ برابر بھی کوئی عقل و شعور ہوتا، تو وہ کفار کو رائی کی طرح ٹھکرا دیتے، لیکن وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں، اور اپنے اس طرزِ عمل سے رجوع نہیں کرتے۔ کافر استعمار کے ساتھ ان کی وفاداری اس نہج تک جا پہنچی ہے کہ جب ان کے کسی ملک پر حملہ ہوتا ہے، تو باقی اس کی مدد کے لئے آگے نہیں بڑھتے۔ زیادہ سے زیادہ جو یہ کرتے ہیں، وہ ہلاک شدگان اور زخمیوں کو شمار کرنا ہے! جیسا کہ ایران پر حملے کے معاملے میں ہوا۔

اے مسلمانو!

آپ کی شان وعظمت اسی میں ہی پنہاں ہے کہ خلافتِ راشدہ کا احیاء ہو۔ باشعور اور رہنما جماعت، حزب التحریر، جو اپنے لوگوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولتی، اس نے اپنے آپ کو اخلاص اور سنجیدگی کے ساتھ اس کام کے لئے وقف کر رکھا ہے، تاکہ اللہ کے حکم سے خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی طرزِ زندگی کا از سر نو آغاز کیا جا سکے۔ حزب التحریر ہی حقیقتاً وہ رہنما اور پیش رَو جماعت ہے جو اپنے لوگوں کو کبھی دھوکہ نہیں دیتی، ایک ایسی جماعت جس کی خیر و بھلائی نمایاں اور روشن ہے، اور خیر کی اس دمک سے وہ سب لوگ دور ہوتے جاتے ہیں جو اس بھلائی کا سامنا نہیں کر سکتے۔ ہم اس معاملے کو اسی انداز سے دیکھتے ہیں، اور ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ حزب کے ساتھ کام کرنے والے سب اراکین مخلص، محنتی اور سنجیدہ لوگ ہیں، جو اللہ کے حکم سے آخرت کو دنیا سے بھی زیادہ مقدم جان کر ایک انتھک جدوجہد میں سرگرمِ عمل ہیں۔ وہ دن رات جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں، اللہ کی رحمت سے پر امید کہ اللہ کا وعدہ اور اس کے رسول ﷺ کی بشارت ان کے ذریعے پوری ہو۔ اور ایسا ہونا اللہ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

خلافت کا قیام ہی وہ امر ہے جو امت کو بچائے گا، اس کی شان کو بحال کرے گا، اس کی طاقت کو اس قدر مضبوط کر دے گا، کہ اس کے دشمن اس پر حملہ کرنے کی جرأت کرنے سے قبل ہزار بار سوچیں گے۔ اور یہ صرف اس امت کی ریاستِ خلافت کی واپسی سے ہی ہو سکے گا اور پھر زمین خیر و بھلائی اور عدل وانصاف سے منور ہو جائے گی۔ جس طرح خلافت نے روم کے قیصر اور فارس کے خسرو اور ان کے عوام کے گھمنڈ اور تکبر کو خاک میں ملا دیا تھا، اسی طرح دوبارا قائم ہونے والی خلافت ان کے پیروکاروں – جابر ٹرمپ اور استعماری کفار میں موجود اس جیسے دیگر لوگوں – کے تکبر کو بھی روند ڈالے گی۔

اور جہاں تک یہودی وجود کا تعلق ہے، تو یہ تو اس قدر بے وقعت اور حقیر ہے کہ اس کا کوئی وزن نہیں، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے، ﴿**لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ**﴾ "وہ معمولی ستانے کے سوا تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے، اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا" (سورۃ آل عمران: 3:111)۔

یہود تو اپنے بل بوتے پر مضبوطی سے کھڑے ہونے کے بھی قابل نہیں؛ یہ تو صرف لوگوں کے آسرے سے ہی لڑنے کی ہمت کر پاتے ہیں، جیسا کہ القوي العزيز نے ارشاد فرمایا ہے، ﴿**ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا**

ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِنَ اللهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ﴾ ”یہ جہاں کہیں بھی جائیں، ان پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے، سوائے اس کے کہ اللہ کا کوئی سہارا حاصل ہو جائے یا لوگوں کی طرف سے کوئی سہارا مل جائے“(سورۃ آل عمران؛3:112)۔

انہوں نے اللہ کے سہارے کو تو کاٹ ڈالا ہے اور اب ان کے لیے صرف لوگوں کا سہارا ہی بچا ہے، یعنی امریکہ، یورپ اور ان کے ایجنٹ، یعنی مسلمان علاقوں میں موجود غدار حکمران، جو یہود کی وحشیانہ جارحیت کے باوجود بے حس و حرکت پڑے رہتے ہیں۔ آج موجودہ مسلمان علاقوں کا مسئلہ یہ ہے کہ ان کے حکمران اُن استعماری کفار کے حواری ہیں، کہ جو اسلام اور مسلمانوں کے شدید دشمن ہیں۔ پس مسلمانوں کا وبال ان کے حکمران اور ان کا کافر استعمار کی تابعداری کرنا ہے۔ یہ حکمران بھاگ بھاگ کر ان کفار کے احکامات کی بجا آوری کرتے ہیں اور ان کاموں سے رُکے رہتے ہیں جنہیں یہ کفار منع کر دیں، حالانکہ ان کی وفاداری اللہ کے ساتھ ہونی چاہیے تھی، کہ اللہ کے احکام کی پابندی کرتے، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے، اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی پیروی اختیار کرتے۔ اگر اب بھی وہ ایسا کر لیں گے، تو اسلام اور مسلمانوں کا وقار بحال ہو جائے، اور کفر و کفار ذلیل و خوار ہو جائیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ”اور اس دن مؤمنین خوش ہو جائیں گے، اللہ کی مدد سے۔ وہ جس کو چاہتا ہے، مدد دیتا ہے اور وہ غالب و مہربان ہے“(سورۃ الروم، 4-5)

11 رمضان المبارک، 1447ھ

بمطابق 28 فروری، 2026ء

حزب التحریر

رمضان المبارک نصرت اور فتحِ مبین کا مہینہ ہے

اللہ سبحانہٗ نے ہجرت کے دوسرے سال شعبان کے مہینے میں رمضان کے روزے فرض کیے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں اللہ نے قرآن نازل فرمایا:﴿**شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَ بَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ**﴾ "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت اور حق و باطل میں فرق کرنے والی واضح نشانیاں رکھتا ہے" (سورۃ البقرۃ: آیت 185)

یہ وہ مہینہ بھی ہے جس میں اللہ نے امت کو نصرت اور فتحِ مبین سے سرفراز کیا۔ چنانچہ سترہ رمضان کو غزوۂ بدرِ کبریٰ پیش آیا جس میں مکہ کے مشرکین کو بڑی شکست ہوئی... پھر اس مبارک مہینے میں دیگر فیصلہ کن معرکے بھی ہوئے، جن کا آغاز آٹھ ہجری کے بیس رمضان کو فتحِ مکہ سے ہوا، پھر معرکہ بویب "جو موجودہ شہر کوفہ کے قریب ہے" جو فارس کا یرموک تھا، جس میں مسلمانوں نے مثنیٰ کی قیادت میں بارہ رمضان تیرہ ہجری کو فتح حاصل کی، پھر دو سو تیئیس ہجری کے سترہ رمضان کو معتصم کی قیادت میں فتحِ عموریہ ہوئی، اور چھ سو اٹھاون ہجری کے پچیس رمضان کو معرکہ عین جالوت ہوا جس میں مسلمانوں نے تاتاریوں کو شکست دی... اور اس مبارک مہینے میں دیگر کئی فتوحات بھی ہوئیں...

یوں روزہ قرآنِ کریم کے ساتھ جڑا ہوا ہے، وہ قرآن جس کے پاس نہ آگے سے باطل آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے... روزہ فتح اور نصرت کے ساتھ جڑا ہوا ہے... روزہ جہاد کے ساتھ جڑا ہوا ہے... روزہ اللہ کے احکام کے نفاذ کے ساتھ جڑا ہوا ہے... اور ہر صاحبِ نظر و بصیرت نے جان لیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکام ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے، چاہے وہ عبادات ہوں یا جہاد، معاملات ہوں یا اخلاق و سلوک، یا حدود و جرائم... سب ایک ہی سرچشمے سے نکلتے ہیں۔ جو شخص کتابِ کریم کی آیات اور احادیثِ مبارکہ کے نصوص میں غور کرے، اسے یہ بات واضح اور روشن نظر آتی ہے۔ اسلام ایک مکمل نظام ہے جو ٹکڑوں میں تقسیم نہیں ہوتا، اور اس کی دعوت ایک ہی ہے کہ اسے ریاست، زندگی اور معاشرے میں نافذ کیا جائے۔ پس جو اللہ کی آیات کے درمیان جدائی ڈالے، اور دین کو زندگی سے جدا کرے، یا دین کو سیاست سے الگ سمجھے، اس نے بہت بڑا گناہ اور سنگین جرم کیا، جو اسے دنیا کی رسوائی اور آخرت کے دردناک عذاب تک لے جاتا ہے۔

اے مسلمانو: میں تمہیں یہ سب کچھ ان دنوں میں یاد دلا رہا ہوں جب مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ غزہ پر یہود کا وحشیانہ ظلم جاری ہے، پھر یہود کی جارحیت لبنان اور شام تک پھیل گئی ہے... وہ مسلمانوں کی سرزمینوں میں دندناتے پھرتے ہیں

اور انہیں کوئی روکنے والا نہیں۔ اور بجائے اس کے کہ حکمران مسلمانوں کی افواج کو حرکت میں لاتے تاکہ وہ یہود کے وجود سے لڑیں، ایسی جنگ کریں کہ اس کے پیچھے والوں کو بھی منتشر کر دیں اور اس مبارک سرزمین کو آزاد کرائیں... اس کے برعکس ہم انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ یہود کے ساتھ پے در پے معاہدے کرتے ہیں، بلکہ طاغی ٹرمپ انہیں جمع کر کے ذلیل کرتا ہے اور وہ اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین سے بھی حیا نہیں کرتے!

اے مسلمانو: یہود سے جنگ، ان کا قتل اور ان کے وجود کا خاتمہ، اس جبر کی بادشاہت اور ایجنٹ حکمرانوں کے دور کے بعد ایک راشد اور مجاہد خلیفہ کی قیادت میں لازماً ہو کر رہے گا۔ پس رسول اللہ ﷺ کی بشارت اپنے وقت پر ان شاء اللہ ضرور پوری ہوگی، جیسا کہ احمد نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا: **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ. ثُمَّ سَكَتَ»** "پھر جبر کی بادشاہت ہوگی، وہ رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر وہ اسے اٹھا لے گا جب چاہے گا، پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔"

اور اسی طرح اس حدیث کے مطابق جسے مسلم نے روایت کیا: **«لَتُقَاتِلُنَّ الْيَهُودَ فَلَتَقْتُلُنَّهُمْ...»** "تم ضرور یہود سے قتال کرو گے اور انہیں قتل کرو گے..."

اور آخر میں، جس طرح ہمیں روزہ رکھنے کی حرص ہونی چاہیے تاکہ اللہ ہم سے راضی ہو اور ہمارے پچھلے گناہ بخش دے، اسی طرح ہمیں اسلامی زندگی کو دوبارہ قائم کرنے کے لیے خلافتِ راشدہ کے قیام کی جدوجہد پر بھی حریص ہونا چاہیے، تاکہ ہم دنیا میں اللہ کے احکام کے نفاذ کے ذریعے کامیاب ہونے والوں میں شامل ہوں، رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے، رایۃِ عقاب، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جھنڈے کے سائے تلے رہنے والے ہوں۔ اور آخرت میں بھی اللہ کے سائے تلے، اللہ کے اذن سے کامیاب ہوں، جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، پس ہم دونوں جہانوں میں کامیابی پائیں، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

حزب التحریر کے امیر، جلیل القدر عالم شیخ عطا بن خلیل ابو الرشتہ کی جانب سے رمضان المبارک 1447ھ کے آغاز کے موقع پر دی جانے والی مبارکباد سے اقتباس۔

ہندو ریاست کے وزیر اعظم کا یہودی وجود کا دورہ مسلمانوں کے خلاف اپنے اتحاد کو مضبوط کرنے کے لیے ہے

بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی نے 25 فروری 2026 کو یہودی وجود کا دورہ کیا۔ اس سے قبل اس نے اپنے 'ایکس'(X) اکاؤنٹ پر لکھا: "میں آج اور کل اسرائیل کا دورہ کروں گا، ہمارے ممالک کے درمیان ایک مضبوط اور کثیر الجہتی اسٹریٹجک شراکت داری ہے، اور حالیہ برسوں میں تعلقات میں نمایاں بہتری آئی ہے"۔

الرایہ: ان تعلقات کو مودی کے اس اعلان سے مزید تقویت ملی کہ بھارت غزہ پر جارحیت اور وہاں کے عوام کے خلاف جاری نسل کشی کی جنگ میں یہودی وجود کی حمایت کرتا ہے۔ کیونکہ مودی کی قیادت میں بھارت اپنے ملک کے اندر اور مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں کے خلاف اسی طرح کی جنگ لڑ رہا ہے۔

بے شک ہندو ریاست اور یہودی وجود اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی دشمنی کا کھلم کھلا اظہار کرتے ہیں اور وہ اسلامی ممالک پر قابض ہیں۔ بھارت نے 2019 میں مقبوضہ کشمیر کے زبردستی انضمام کا اعلان کیا تھا، اور یہودی فلسطین پر قابض ہیں، حالانکہ یہ دونوں اسلامی ممالک ہیں جنہیں مسلمانوں کی آغوش میں واپس آنا چاہیے اور یہاں ویسے ہی اسلام کے ذریعے حکومت ہونی چاہیے جیسے کہ 13 صدیوں سے زیادہ عرصے تک رہی ہے۔

مسئلہ فلسطین: کس سمت جا رہا ہے؟

تحریر: ڈاکٹر محمد جیلانی

(ترجمہ)

میں اپنی بات کا آغاز اس طرح کرنا چاہوں گا کہ بین الاقوامی اور علاقائی سطح پر جسے "مسئلہ فلسطین" کے نام سے پہچانا جاتا ہے، وہ اس مسئلے کی ایک درست تعبیر نہیں ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اہل فلسطین امتِ مسلمہ کا حصہ ہیں اور فلسطین تمام مسلمانوں کی ملکیت ہے۔ لیکن اسلامی ریاست کے خاتمے اور اسے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنے کے ساتھ ہی، ان کے درمیان ایسی سرحدیں کھینچ دی گئیں جو کافر استعمار کے بنائے ہوئے نقشوں پر لکیریں تھیں۔ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے جسے "مسئلہ فلسطین" کی اصطلاح دی گئی، تو وہ در حقیقت یہودیوں کا فلسطین پر غاصبانہ قبضہ اور مسلمانوں کے اس مبارک خطے میں مسخ شدہ یہودی وجود کا قیام ہے۔

چونکہ یہودی ایک بہتان تراش قوم ہیں، اور وہ عیاری، بلیک میلنگ، مسلسل مطالبات کرنے اور جو کچھ انہیں مل جائے اس پر کبھی مطمئن نہ ہونے کے لیے مشہور ہیں، اس لیے ان کے وجود کے قیام اور اس کے قبضے کے مسئلے نے کئی پہلو

اختیار کر لیے ہیں۔ یہودیوں نے عالمِ اسلام کے قلب میں اپنے وجود کے اس اسٹریٹجک محل وقوع کا فائدہ اٹھایا، جسے برطانیہ نے اس لیے منتخب کیا تھا تاکہ وہ کافر مغرب کے لیے ایک ہراول دستے کا کام دے سکے اور ریاستِ خلافت کے دوبارہ ظہور کو روکا جاسکے، جس کے خلاف برطانیہ نے اسی دور میں عرب اور ترک قوم پرستوں کے ساتھ مل کر سازش کی تھی جب اس ناجائز وجود کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

یہاں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ مسئلہ درحقیقت کفر کے سرغنہ برطانیہ کے حکم پر فلسطین میں یہودیوں کے لیے ایک وجود کے قیام، خطے میں اس کے عرب اور ترک ایجنٹوں کے ساتھ سستے گٹھ جوڑ اور باقی کافر مغربی ممالک کی رضامندی کا معاملہ ہے۔ اور 1948 میں فلسطین کی سرزمین کے ایک حصے پر یہودی وجود کے سرکاری قیام اور اسے حاصل ہونے والی باقاعدہ بین الاقوامی حمایت کے بعد سے، اس نے عالمِ اسلام کے دل میں کافر استعمار کے ہراول دستے کے طور پر اپنی بقا کے لیے کچھ ناگزیر تصورات بنائے ہیں۔ یہ تین امور پر مشتمل ہیں:

1- سرحدوں کی توسیع: جب سے برطانیہ نے 1948 میں اسے قائم کیا ہے، یہودی وجود فلسطین کی بقیہ زمین پر غاصبانہ قبضہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے، یہ دعویٰ کرتے ہوئے کہ اس کی موجودہ سرحدیں کمزور ہیں اور ان میں منسب اسٹریٹجک ڈیپتھ نہیں ہے، خاص طور پر جبکہ وہ یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ دنیا بھر کے تمام یہودیوں کا وطن بنے گا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے، اس نے پڑوسی ممالک کے حکمرانوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرکے 1967 میں غزہ کی پٹی اور فلسطین کے بقیہ حصوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، اور مغربی کنارہ (جو کہ اردن کا حصہ تھا) بھی اس کے زیرِ اثر آگیا۔ اگرچہ اس کی یہ توسیع "قبضے" کے نام سے جانی جاتی رہی، لیکن اس نے 1967 میں غصب کیے گئے علاقوں کو اپنا مستقل حصہ بنانے کے لیے ایک طویل مدتی حکمتِ عملی وضع کرلی تھی۔

2- ریاست کی یہودیت: مقامی اور عالمی صیہونی تحریک نے یہودی وجود کو صرف یہودیوں کا قومی وطن قرار دینے اور اس وجود کے یہودی تشخص کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے۔ یہودیوں نے اس سٹریٹیجک ہدف کو چھپایا نہیں بلکہ 1948 سے ہی طاقت کے زور پر اہلِ فلسطین کو ان کی زمینوں سے بے دخل کرنا شروع کردیا، جہاں یہودیوں نے ایسے قتلِ عام کیے جس سے خوف وہراس پھیل گیا، جیسے کہ کفر قاسم اور دیریاسین وغیرہ میں ہونے والے واقعات۔ غزہ کی پٹی پر حالیہ جنگ کے دوران زبردستی بے دخلی (ترکِ وطن) کی باتیں زور پکڑ گئیں، اور مغربی کنارے میں تشدد، قتل وغارت اور گھروں کو مسمار کرنے کے واقعات کے ذریعے وہاں کے لوگوں کو ان کی زمینوں اور گھروں سے نکالا جارہا ہے۔ اس سلسلے

کا اختتام حال ہی میں مغربی کنارے کے بعض علاقوں کی زمینوں کو رجسٹر کرنے کے فیصلے پر ہوا، تاکہ وہ براہِ راست یہودی وجود کے کنٹرول میں آجائیں اور عملی طور پر انہیں باقاعدہ طور پر اپنے وجود میں شامل کر لیا جائے۔

3- سٹریٹیجک برتری: یہودی وجود اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ وہ خطے میں سٹریٹیجک فوجی برتری حاصل رکھے، تاکہ وہ اپنا دفاع کر سکے اور کسی بھی ایسی فوجی کارروائی کو روک سکے جو اس کے وجود کے لیے خطرہ بن سکتی ہو۔ یہودی وجود فضائی دفاعی نظام، ہوا بازی، میزائلوں اور ڈرونز کے لحاظ سے ایک زبردست روایتی فوجی قوت رکھتا ہے، اس کے علاوہ ایٹمی ہتھیاروں کا نظام بھی اس کے پاس موجود ہے جو کسی بھی ایسی جنگ کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو اس کے وجود کو خطرے میں ڈال دے۔ سٹریٹیجک برتری کی یہ حکمتِ عملی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ خطے کی کوئی بھی ریاست ایسے ایٹمی ہتھیار حاصل نہ کر سکے جیسے کہ ایران کے بارے میں بات کی جا رہی ہے۔

فلسطین کے مسئلے کی اصل بنیاد یہی ہے۔ یہ پناہ گزینوں کا مسئلہ نہیں ہے، اور نہ ہی یہ محض فلسطین یا اہل فلسطین کا مسئلہ ہے، بلکہ یہ یہودیوں اور ان کے ناجائز وجود کا، اس کی توسیع کا، اہل فلسطین کو ان کے علاقوں سے نکال باہر کرنے کا، اور سٹریٹیجک برتری بالخصوص ایٹمی برتری کا مسئلہ ہے۔ بین الاقوامی نظام میں عالمی اور علاقائی سطح پر اس مسئلے کو "مسئلہ فلسطین" کی اصطلاح دے دی گئی ہے، جس کا بنیادی مواد دو باتوں پر مشتمل ہے۔ پہلی: فلسطینیوں کے لیے ایک ایسی ریاست کا قیام جسے اہل فلسطین اور خاص طور پر عرب ممالک تسلیم کریں، کہ یہ ان فلسطینیوں کی ریاست ہے جنہیں ان کی زمینوں اور ملک سے نکالا گیا تاکہ انہیں "ریاستِ فلسطین" نامی جگہ پر بسایا جا سکے۔ اور دوسری بات پناہ گزینوں کا مسئلہ ہے جسے اب تک 78 سال بیت چکے ہیں، اور جسے "فلسطین" نامی ایک ریاست کے ذریعے ختم کرنا ضروری قرار دیا جا رہا ہے۔ اس معاملے کو خطے کا مرکزی مسئلہ بنا کر، یہودی وجود ان سرخ لکیروں سے تجاوز کر گئی ہے جو اس وجود کے خاتمے اور فلسطین کی پوری زمین کو اس کے اصل وارثوں یعنی امتِ مسلمہ (جس کا اہل فلسطین ایک بنیادی حصہ ہیں) کو واپس کرنے کا تقاضا کرتی ہیں۔

اسی لیے دنیا بھر کے ممالک، خواہ وہ پہلی صف کے ہوں جیسے برطانیہ، فرانس، روس اور چین، یا دوسری صف کے جیسے باقی یورپی ممالک، یا تیسری صف کے جیسے افریقہ، مشرقِ وسطیٰ اور ایشیا کے ممالک جن میں مسلم ممالک بھی شامل ہیں، یہ سب مسلسل اور بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ اہل فلسطین کے لیے ایک ریاست بن جائے۔ یہ اس لیے نہیں کہ ان کا اصل مسئلہ ان کا عنوان ہے، بلکہ اس لیے کہ "فلسطینی ریاست" کے نام سے ایک ادارے کا قیام یہودی وجود کو ایک

مستحکم وجود بنا دے گا، جس سے قبضے کی حیثیت مکمل طور پر ختم ہو جائے گی اور اسے کسی دوسرے کی زمین پر جارح قرار نہیں دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ، اگر تمام اہل فلسطین کے لیے کوئی ریاست بنتی ہے (خواہ وہ اندرونِ ملک ہوں یا اردن، شام اور لبنان کے کیمپوں میں یا دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہوں)، تو یہودیوں کی طرف سے ایک اور مسئلہ کھڑا کر دیا جائے گا، اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ وہ ایک بہتان تراش قوم ہیں۔

یہ مسئلہ اس تصور سے پیدا ہو گا کہ اس علاقے میں (جسے یہودی ریاست سمجھا جاتا ہے) اہل فلسطین کی سابقہ موجودگی کو "یہودیوں کی زمین پر فلسطینیوں کا قبضہ" قرار دیا جائے گا۔ یعنی بجائے اس کے کہ یہودی فلسطین کے غاصب کہلائیں، الٹا اہل فلسطین کو "یہودا اور سامرہ" اور تاریخی فلسطین کی زمین پر قابض بنا دیا جائے گا۔ اور یہودیوں سے یہ بعید نہیں کہ وہ اس بنیاد پر غیر معینہ مدت تک مالی معاوضوں کا مطالبہ شروع کر دیں۔

اب رہا یہ سوال کہ اہل فلسطین کے لیے یہ ریاست کیسے بنے گی، کہاں بنے گی اور اس کی شکل کیا ہو گی، تو یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر ابھی حتمی فیصلہ نہیں ہوا۔ امریکہ کی رائے میں مغربی کنارے کی 30 فیصد زمین کا یہودی وجود میں انضمام معقول ہے اور باقی زمین پر ریاست قائم کر دی جائے۔ جبکہ یہودی وجود کا خیال ہے کہ مشرقی اردن، جہاں فلسطینیوں کی آبادی 60 فیصد سے زیادہ ہے، فلسطینی ریاست کے لیے موزوں جگہ ہے، خواہ مکمل طور پر یا اہل اردن کے ساتھ شراکت داری میں۔ رہی بات عرب ممالک اور اردن کی، تو ان کی رائے، قبولیت یا انکار کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ ایسی چھوٹی ریاستیں ہیں جنہوں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے اور اپنے مغربی آقاؤں کی مکمل غلامی قبول کر لی ہے۔ وہی مغربی طاقتیں جنہوں نے یہودی وجود کو اپنا ہراول دستہ بنا کر قائم کیا تاکہ اسے اسلام کے پرچم تلے اس خطے کی قوت کی کسی بھی بحالی کو کچلنے کے لیے استعمال کیا جا سکے۔

یہی وہ منصوبہ ہے جو کافر استعماری ممالک بنا رہے ہیں، یہی وہ چیز ہے جو خطے میں یہودی چاہتے ہیں، اور یہی وہ سازش ہے جس میں مسلمان حکمران غداروں کے طور پر شریک ہیں۔ جہاں تک امتِ مسلمہ کی خواہش کا تعلق ہے، تو وہ بلاشبہ یہودی وجود کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے، بلکہ عالمِ اسلام میں موجود ان تمام کاغذی ریاستوں کا مکمل خاتمہ کر کے ان کی جگہ ایک ایسی واحد مخلص ریاست کا قیام ہے جو اسلام کے عقیدے اور نظام پر قائم ہو، اسلام کے علم اور پرچم کو تھامنے والی ہو، رب العالمین کی وفادار ہو اور سوائے اللہ واحد و قہار کے کسی کو خاطر میں نہ لاتی ہو۔

ٹرمپ کا 'اسٹیٹ آف دی یونین' خطاب مسلمانوں کے لیے چار اہم اسباق کی تصدیق کرتا ہے

تحریر: استاد مصعب عمیر، ولایہ پاکستان

(ترجمہ)

24 فروری 2026 کو ٹرمپ نے اپنا 'اسٹیٹ آف دی یونین' خطاب کیا، جو امریکی تاریخ کا طویل ترین خطاب تھا۔ ٹرمپ کا یہ خطاب مسلمانوں کے لیے اہم اسباق کو نمایاں کرتا ہے، کیونکہ یہ ایک ایسے وقت میں دنیا کی صفِ اول کی ریاست، امریکہ، کے سربراہ کی تقریر ہے جب خود امریکہ اور پوری دنیا شدید انتشار و بے چینی کا شکار ہے۔ ٹرمپ کے خطاب سے مسلمانوں کے لیے مندرجہ ذیل چار اہم اسباق کی تصدیق ہوتی ہے:

پہلا سبق: سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) امریکی عوام کے لیے ناکام ہو چکا ہے۔ اس کے پاس مسلم دنیا کو دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ ایک زوال پذیر معیشت کے وقت میں ٹرمپ نے اپنے خطاب کا آغاز معیشت، افراطِ زر اور بے روزگاری کے بارے میں گمراہ کن دعووں سے کیا۔ ٹرمپ نے دعویٰ کیا کہ "میری انتظامیہ نے بنیادی افراطِ زر (core inflation) کو کم کر دیا ہے"۔ تاہم، افراطِ زر کی پیمائش کے لیے فیڈرل ریزرو کا پسندیدہ پیمانہ - کور پرسنل کنزمپشن ایکسپینڈیچرز (PCE) انفلیشن، جس میں خوراک اور توانائی کی اتار چڑھاؤ والی قیمتیں شامل نہیں ہوتیں - دوبارہ بڑھ رہا ہے۔ ٹرمپ نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ "آج ہمارے ملک کی تاریخ میں کسی بھی وقت کے مقابلے میں زیادہ امریکی برسرِ روزگار ہیں"۔ حالانکہ بے روزگاری کی شرح میں درحقیقت اضافہ ہوا ہے، اور 2025 دہائیوں کے بدترین سالوں میں سے ایک تھا، جبکہ کام کرنے والے امریکیوں کی تعداد میں اضافہ محض آبادی میں اضافے کی وجہ سے ہوا۔ مجموعی طور پر معیشت کے حوالے سے، فیڈرل ریزرو کے اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ 2025 کی تیسری سہ ماہی میں، اوپر کے 1 فیصد امیر ترین گھرانے امریکہ کی کل دولت کے 31.7 فیصد کے مالک تھے، جو کہ 1989 میں فیڈرل ریزرو کی جانب سے گھریلو دولت کا ریکارڈ رکھنے کے آغاز کے بعد سے اب تک کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔ مجموعی طور پر، 2025 کی تیسری

سہ ماہی میں امیر ترین 1 فیصد افراد کے پاس تقریباً 55 ٹریلین ڈالر کے اثاثے تھے—جو کہ نچلے درجے کے 90 فیصد امریکیوں کی مجموعی دولت کے تقریباً برابر ہیں۔

امریکی اشرافیہ کے ہاتھوں میں دولت کے اس بے پناہ ارتکاز کا ٹرمپ کے پاس کوئی حل نہیں ہے، جس نے اکثر لوگوں کو معاشی تنگی میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام کی خدمت کے بجائے، سرمایہ دارانہ نظام محض دولت مند اشرافیہ کی خدمت کرتا ہے۔ مسلمان گواہ رہیں کہ مغربی سرمایہ دارانہ نظام اپنی قائد ریاست کے عوام کے لیے ہی ناکام ہو چکا ہے، تو مسلمانوں کے لیے اپنی سرزمینوں پر اسی سرمایہ دارانہ نظام کو نافذ کرنے میں بھلا کیا امید ہو سکتی ہے؟ اور وہ سرمایہ دارانہ نظام کے کفر کو آخر کیوں نافذ کریں، جبکہ اسلام نے خلافت کی سرپرستی میں اپنے شرعی قوانین کے ذریعے صدیوں تک خوشحالی فراہم کی تھی؟

دوسرا سبق: "امریکہ فرسٹ" (پہلے امریکہ) کی پالیسی باقی دنیا کو جرمانہ کرنے اور لوٹنے کی پالیسی ہے۔ ٹرمپ نے کھلم کھلا اعلان کیا، "میرا ماننا ہے کہ غیر ملکی ممالک کی طرف سے ادا کیے جانے والے ٹیرف (محصولات)، ماضی کی طرح، بڑی حد تک انکم ٹیکس کے موجودہ نظام کی جگہ لے لیں گے، جس سے ان لوگوں پر سے مالی بوجھ کم ہو جائے گا جن سے میں محبت کرتا ہوں۔" اور ٹرمپ نے مزید کہا، "کھربوں کھرب ڈالر ریاستہائے متحدہ امریکہ میں آتے رہیں گے کیونکہ آخر کار ہمیں ایک ایسا صدر مل گیا ہے جو 'امریکہ فرسٹ' کو ترجیح دیتا ہے۔" اس طرح، ٹرمپ دیگر بڑی طاقتوں بشمول یورپی طاقتوں کو جرمانے کر رہا ہے، جس کی وجہ سے امریکہ کے خلاف شدید غم و غصہ پیدا ہوا ہے۔ یہ مغرب کے ایجنٹوں کے زیرِ اثر مسلم ممالک کی ٹرمپ کی جانب سے لوٹ مار کے علاوہ ہے، جیسا کہ خلیجی ممالک کے ساتھ اس کے معاملات سے واضح تھا، جن کے حکمرانوں نے امریکی معیشت کو فائدہ پہنچانے کے لیے امت کی دولت بے دریغ خرچ کی۔

مسلمان جان لیں کہ وہ نہ صرف سرمایہ دارانہ نظام کے اثرات سے دوچار ہیں بلکہ وہ معاشی استعمار کا شکار بھی ہو رہے ہیں۔ یہ معاشی استعمار ہی ہے جو مغربی مالیاتی اداروں کو سود کی ادائیگی کے لیے مسلمانوں کی سرزمینوں کو قرضوں میں ڈبو دیتا ہے۔ مسلمانوں کے 'رویبدہ' (نااہل) حکمران، سرمایہ کاری کے نام پر امت کی دولت سے امریکی معیشت کو بھر دیتے ہیں جو امریکی کمپنیوں کے لیے مسلمانوں کے خام مال کا استحصال کرنے اور ان کی منڈیوں پر غلبہ حاصل کرنے کے دروازے کھولتا ہے۔

تیسرا سبق: امریکہ ایک گہرے اندرونی تصادم کی وجہ سے مفلوج ہو چکا ہے۔ ٹرمپ کے خطاب نے پھر ڈیموکریٹس اور ریپبلکنز کے درمیان شدید تصادم کی وجہ سے امریکہ کی 'ڈیپ اسٹیٹ' میں موجود گہری دراڑوں کی تصدیق کی۔ یہ دراڑیں پہلی بار ٹرمپ کی پہلی مدت میں ظاہر ہونا شروع ہوئیں، بائیڈن کی مدت کے دوران بھی برقرار رہیں، اور ٹرمپ کی دوسری مدت میں مزید گہری اور وسیع ہو گئی ہیں۔ ٹرمپ نے ڈیموکریٹس پر حملہ کرتے ہوئے کہا، "انہوں نے ایک اور 'ڈیموکریٹ شٹ ڈاؤن' نافذ کر دیا ہے، جس میں سے پہلے نے ہمیں جی ڈی پی کے 2 پوائنٹس کا نقصان پہنچایا... ڈیموکریٹس کی وجہ سے ہمارے پاس کوئی پیسہ نہیں ہے۔" جہاں تک 3 نومبر 2026 کو ہونے والے وسط مدتی انتخابات کا تعلق ہے، ٹرمپ کی پارٹی کو سنگین صورتحال کا سامنا ہے۔ اس لیے، ٹرمپ نے سیاۃ فام لوگوں کے ووٹ بینک کو نقصان پہنچانے کے اپنے منصوبے کا ذکر کیا، جن پر ڈیموکریٹس کا انحصار ہے۔ اس نے کہا، "ہمارے انتخابات میں دھاندلی عام ہے۔ یہ بہت زیادہ ہے۔ یہ بہت سادہ ہے، تمام ووٹرز کو ووٹر آئی ڈی دکھانی چاہیے۔" ٹرمپ کا 'سیف گارڈ امریکن ووٹر ایلیجیبلٹی (SAVE) ایکٹ' ووٹر آئی ڈی کی سخت قانون سازی کو یقینی بناتا ہے، جس نے سفید فاموں کے مقابلے میں رنگین فام لوگوں کو زیادہ متاثر کیا ہے، حالانکہ غیر شہریوں کو ووٹ دینے سے روکنے کے لیے پہلے سے ہی انتظامات موجود ہیں۔

مسلمانوں کے لیے سبق یہ ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ پہلے سے کہیں زیادہ گہرائی میں تقسیم ہو چکا ہے۔ اس تقسیم نے مسلم دنیا پر غلبہ پانے کی اس کی صلاحیتوں کو کم کر دیا ہے۔ مزید یہ کہ امریکہ کے اندرونی سیاسی تصادم کے ساتھ ساتھ ایک معاشی بحران بھی ہے اور وہ تھکن بھی جو اس کی فوج کو مسلم دنیا میں اپنی مہم جوئیوں کے بعد لاحق ہے۔ لہٰذا، اگر اہل قوت خلافتِ راشدہ کے دوبارہ قیام کے اپنے شرعی فرض کو پورا کریں، تو امریکی تسلط سے نکلنے کا موقع پہلے سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔

چوتھا سبق: مسلم دنیا کے لیے امریکی پالیسی ذلت اور نقصان ہے۔ پھر ٹرمپ نے دنیا کی صورتحال پر بات کی، جس میں مسلم ممالک نمایاں طور پر شامل تھے۔ ٹرمپ نے کہا، "پاکستان اور بھارت کے درمیان ایٹمی جنگ چھڑ جاتی۔ اگر میں مداخلت نہ کرتا تو وزیر اعظم پاکستان کے بقول ساڑھے تین کروڑ لوگ مارے جاتے۔ کوسوو اور سربیا، اسرائیل اور ایران، مصر اور ایتھوپیا، آرمینیا اور آذربائیجان، کانگو اور روانڈا اور ظاہر ہے غزہ کی جنگ، جو اب بہت نچلے درجے پر جاری ہے"۔ اس نے ایران کے بارے میں مزید کہا، "وہ معاہدہ کرنا چاہتے ہیں، لیکن ہم نے وہ خفیہ الفاظ نہیں سنے: کہ ہم کبھی

بھی جوہری ہتھیار نہیں رکھیں گے... ایک بات یقینی ہے، میں دہشت گردی کی پشت پناہی کرنے والے دنیا کے نمبر ون ملک کو، جو کہ وہ اب تک ہیں، کبھی بھی جوہری ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں دوں گا"۔

مسلمان اپنے اوپر ٹرمپ کی خارجہ پالیسی کے تباہ کن اثرات اور امریکی استعمار سے چھٹکارا پانے کی فوری ضرورت سے آگاہ رہیں۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان چار روزہ جنگ کے حوالے سے، ٹرمپ نے پاکستان کو لڑائی روکنے کا حکم ایٹمی جنگ ٹالنے کے لیے نہیں، بلکہ بھارت کے نقصانات کو کم کرنے کے لیے دیا تھا۔ اس طرح، پاکستان کے حکمرانوں نے پاک فوج کو مقبوضہ کشمیر آزاد کرانے کے سنہرے موقع سے فائدہ اٹھانے سے روک دیا۔ جہاں تک غزہ کی جنگ کا تعلق ہے، ٹرمپ نے غزہ میں نسل کشی کے ارتکاب کے دوران، اور پھر لبنان، شام، قطر اور ایران پر حملوں کے دوران یہودی وجود کی بھرپور حمایت کی۔ جہاں تک ایران کا تعلق ہے، ٹرمپ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے پاس جوہری ہتھیاروں کے قبضے کو قبول نہیں کرتا۔ اگرچہ ٹرمپ نے براہِ راست ایران کے بارے میں بات کی، لیکن یہ ظاہر ہے کہ پاکستان کے جوہری ہتھیار بھی اس کے نشانے پر ہیں، کیونکہ اس نے بار بار پاکستان کے جوہری ہتھیاروں اور جوہری تجربات کا ذکر کیا ہے۔

اے مسلمانو، اور ان کے اہل قوت وتحفظ!

ٹرمپ کا خطاب سرمایہ دارانہ نظام کی ناکامی، استعمار کی ناانصافی، اندرونی تصادم جو امریکہ کی فیصلہ سازی کو مفلوج کر دیتا ہے، اور امریکی خارجہ پالیسی کے مہلک خطرات کی تصدیق کرتا ہے۔ مسلم دنیا میں ٹرمپ کے ایجنٹوں کے حق میں اس طرح کے اسباق رائیگاں ہیں۔ وہ غلامانہ ذہنیت رکھتے ہیں اور آقا کے بغیر کسی دنیا کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جہاں تک اہل قوت کے مخلص افراد کا تعلق ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں وہ تبدیلی لانے کا موقع عطا فرمایا ہے جس کے لیے مسلمان دعائیں کر رہے ہیں۔ لہٰذا، مسلمانوں کی افواج میں موجود مخلص افراد خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے دوبارہ قیام کے لیے حزب التحریر کو اپنی نصرۃ (عسکری مدد) فراہم کریں۔ کفر کی ناکامی اور کفار کے درمیان تقسیم کے اس ماحول میں، خلافت دینِ حق، اسلام کے غلبے کو یقینی بنائے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ "وہ لوگ جو مومنوں کے بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ پس یقیناً تمام عزت اللہ ہی کے لیے ہے" (سورۃ النساء: آیت 139)

ہمارا چھٹکارا ان نظاموں کے اندر سے ممکن نہیں جو ہم پر حکمران ہیں

شاید ہم میں سے کچھ کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ امریکہ جن معاشی بحرانوں، سیاسی تقسیم اور سماجی بکھراؤ کا شکار ہے، اس کے باوجود وہ گر کیوں نہیں رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بد قسمتی سے وہ ہماری ہی بنیادوں پر زندہ ہے۔ ڈالر میں ہمارے تیل کی تجارت اس کی کرنسی کو غالب رکھتی ہے، ہمارے مالیاتی ذخائر اس کے قرضوں کو سہارا دیتے ہیں، ہمارے ہتھیاروں کے سودے اس کی فیکٹریوں کو جلا بخشتے ہیں، اور ہمارے حکمرانوں کی اس سے وابستگی اسے ہر فورم پر قانونی جواز فراہم کرتی ہے۔

یعنی یہ ہم ہی ہیں جو اسے زندہ رکھے ہوئے ہیں تاکہ وہ ہم پر قابض رہے، ہمیں قتل کرے اور ہمارے ہی وسائل سے ہمارے قتل کی قیمت وصول کرے۔ اور اگر وہ ہمارے کسی ملک کو تباہ کر دیتا ہے، تو ہمیں ہی اسے نئے سرے سے تعمیر کرنا پڑتا ہے، بشرطیکہ وہ ہمیں اس کی اجازت دے۔ کیا ہم نے یہ ادراک کیا ہے کہ ان بدترین جابروں (طاغوتوں) کی وجہ سے، جو ہم پر حکمران ہیں، ہم ذلت کے کس مقام تک پہنچ چکے ہیں؟

آج ہمارا سب سے اہم فرض اپنے حکمرانوں کو بے نقاب کرنا بلکہ انہیں اقتدار سے الگ کرنا ہے، اور ایک ایسی خلافتِ راشدہ قائم کرنا ہے جو ایک حقیقی اسلامی نظام کی بنیاد رکھے، جس کی وفاداری مغرب کے بجائے امت کے لیے ہو، اور جو استعماری قوانین کے بجائے اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُواْ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُواْ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُواْ أَوْلِيَاء الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفاً﴾ "ایمان لانے والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفر کرنے والے طاغوت (شیطان) کی راہ میں، پس تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو، بے شک شیطان کی چال نہایت کمزور ہوتی ہے" (سورۃ النساء، آیت 76)۔ یہ ایک واضح لائحہ عمل (روڈ میپ) ہے جو دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے جس میں تیسرا کوئی نہیں: وہ جو اللہ کی راہ میں لڑتا ہے، اور وہ جو طاغوت کی راہ میں لڑتا ہے۔ ہر وہ نظام جو اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہے، یا دعوت کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے، یا غاصبوں کے ساتھ تعلقات استوار کرتا ہے، وہ طاغوت کے ساتھیوں میں سے ہے۔

خواجہ آصف کا یہ اعتراف کہ پاکستانی نظام "ٹوالٹ پیپر" ہے، درحقیقت 75 سالہ غداری کا اقرار ہے

تحریر: پروفیسر محمد یونس–انڈیا

(ترجمہ)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَاباً أَلِيماً * الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعاً﴾ "منافقوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے * (یہ وہ لوگ ہیں) جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ تو (یاد رکھو کہ) عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے" (سورۃ النساء: آیت 138-139)

پاکستان کے وزیر دفاع خواجہ آصف کا حال ہی میں، 10 فروری 2026 کو قومی اسمبلی میں یہ اعتراف کہ مغرب نے پاکستان کو "ٹوائلٹ پیپر سے بھی بدتر" استعمال کیا اور پھر ایک طرف پھینک دیا، کوئی خود احتسابی کا لمحہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسے اجرتی کارندے کا شرمناک اعتراف ہے جسے آخرکار یہ احساس ہو گیا ہے کہ اس کے آقا کو اب اس کی خدمات کی ضرورت نہیں رہی۔ یہ بیان اس رسی کی مانند ہے جو پاکستان کی سول اور فوجی قیادت کی گردنوں کو غداری کے اس ایک ہی سلسلے میں جکڑ دیتی ہے جو پاکستان کے "اسلام کے قلعہ" کے طور پر قیام سے لے کر بے وفائی کی موجودہ حالت تک پھیلا ہوا ہے۔ خواجہ آصف کے الفاظ اس خارجہ پالیسی کے خلاف ایک خود ساختہ فردِ جرم ہے جو کبھی بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت یا امت کی خدمت کے لیے وضع نہیں کی گئی تھی، بلکہ واشنگٹن اور لندن میں بیٹھے صلیبیوں کے اسٹریٹجک مفادات کی تکمیل کے لیے بنائی گئی تھی۔ یہ تسلیم کر کے کہ انہیں "استعمال کیا گیا"، انہوں نے درحقیقت اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مسلمانوں کے خون، ملک کے وسائل اور پاکستان کی مسلم فوج کے وقار کو ایک ایسی جارحانہ جیو پولیٹیکل منڈی میں سستی اشیاء میں بدل دیا گیا جو صرف کفار کی خدمت کرتی ہے۔

غداری کا یہ سلسلہ موجودہ حکومت سے شروع نہیں ہوا۔ بلکہ یہ استعمار کے بعد قائم ہونے والی ریاست کا وہ جینیاتی کوڈ ہے جس کا آغاز ایوب خان سے ہوا جس نے "سیٹو" (SEATO) اور "سینٹو" (CENTO) کے ذریعے امت کو امریکہ کی گاڑی کے ساتھ باندھ دیا، اور مسلم فوج کی منفرد طاقت کو کمیونزم کے خلاف مغرب کے لیے ایک کرائے کی قوت میں تبدیل کر دیا، جبکہ سندھ طاس معاہدے کے ذریعے کشمیر کے دریا بھارت کے حوالے کر دیے۔ پھر غداری کا یہ عصا یحییٰ خان اور ذوالفقار علی بھٹو کے پاس چلا گیا، جنہوں نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں حصہ لیا، اور پھر شملہ معاہدہ کیا جس نے لائن آف فائر (جنگ بندی لائن) کو لائن آف کنٹرول (ایل او سی) میں تبدیل کر دیا، یوں عملی طور پر کشمیر کو تقسیم کر دیا اور جہاد کے مطالبے کو دوطرفہ تعلقات اور مذاکرات کے بوجھ تلے دفن کر دیا۔

پھر ضیاء الحق آیا، جس نے مخلص مجاہدین کو دھوکہ دیا۔ اس نے افغانستان میں سوویت یونین کے خلاف امریکہ کی جنگ لڑی، مسلمانوں کے خون کو سرخ فوج (ریڈ آرمی) کو پاش پاش کرنے کے لیے استعمال کیا، لیکن اس سے پہلے کہ خلافت قائم ہوتی، اس نے اسلام کے سفر کو روک دیا تاکہ اس خطے کا امریکی مدار میں رہنا یقینی بنایا جا سکے۔ بینظیر بھٹو اور نواز شریف کے جمہوری لبادوں تلے یہ غداری مزید گہری ہو گئی۔ بینظیر نے مغرب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے بھارت کے مغربی محاذ کو محفوظ بنانے میں مدد کی، جس سے بھارت کو کشمیر کے مسلمانوں کے خلاف اپنی افواج مرکوز کرنے کا موقع ملا۔ جہاں تک نواز شریف کا تعلق ہے، تو "تجارت کے لیے امن" اور "اعلانِ لاہور" کے جنون میں اس

نے کارگل کے دوران کشمیر جہاد کی پیٹھ میں چھرا گھونپا، جب اس نے بل کلنٹن کی صرف ایک فون کال پر اپنی فاتح افواج کو واپس بلا لیا۔ اس نے ظالم پرویز مشرف کے لیے راستہ ہموار کیا، جس نے عملی طور پر "سب سے پہلے امریکہ" کو جواز فراہم کرنے کے لیے "سب سے پہلے پاکستان" کا نعرہ وضع کیا۔ اس نے وہ فضائی اڈے، لاجسٹکس اور انٹیلی جنس فراہم کی جس نے امریکہ کو افغانستان کے مسلمانوں پر اتنی بمباری کرنے کے قابل بنایا کہ وہ خاک بن گئے، اور اسی دوران اس نے کشمیر کی جہادی تنظیموں پر پابندی لگا دی، اور اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے مخلص آزادی پسندوں پر "دہشت گردی" کا لیبل لگا دیا۔

اس کے باوجود، (غداری کے) سیاہ ترین ابواب اس جدید تثلیث یعنی اشفاق پرویز کیانی، راحیل شریف اور قمر جاوید باجوہ کے ہاتھوں لکھے گئے۔ کیانی اور راحیل نے 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' کے نام پر پاکستان کے قبائلی علاقوں کو آگ و خون میں جھونک دیا، اور سرحد کے دوسری طرف امریکی قبضے کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے اپنے ہی ہزاروں لوگوں کو قتل کیا۔ لیکن وہ جنرل باجوہ تھا جس نے کشمیر کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی۔ جب بھارت نے 5 اگست 2019 کو آرٹیکل 370 ختم کر کے کشمیر کا الحاق کر لیا اور اسے ایک قید خانے میں تبدیل کر دیا، تو باجوہ اور عمران خان کی حکومت نے کھوکھلی تقریروں اور 'ایک منٹ کی خاموشی' کے سوا کچھ نہ دیا جس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اور پسِ پردہ، باجوہ نے لائن آف کنٹرول پر ایک شرمناک جنگ بندی (سیز فائر) مسلط کر دی، جس سے بھارت کو یہ موقع مل گیا کہ وہ سرحد سے اپنی فوجیں ہٹا کر وادی کے اندرونی حصوں میں جاری مزاحمت کو کچلنے کے لیے استعمال کر سکے۔ یہی باجوہ کا 'جیو پولیٹکس سے جیو اکنامکس' کی طرف منتقلی کا نظریہ تھا، جو درحقیقت آئی ایم ایف (IMF) کے قرضوں اور فیٹف (FATF) کی شرائط کے بدلے کشمیر کے خون کا سودا کرنے کے لیے ایک پرکشش اصطلاح کے سوا کچھ نہ تھا۔ جہاں تک شہباز شریف اور عاصم منیر کی موجودہ حکومت کا تعلق ہے، تو یہ اس قبرستان کے محض چوکیدار ہیں، جو بھارت کے ساتھ تعلقات کی بحالی (نارملائزیشن) کی پالیسی کو جاری رکھے ہوئے ہیں حالانکہ بھارت کھلے عام مسلمانوں کو دھمکیاں دیتا ہے، جبکہ یہ حکومت وینٹی لیٹر کے ذریعے اپنی سانسیں بحال رکھنے کے لیے مغرب سے چند ارب ڈالر کی بھیک مانگ رہی ہے۔

اے خواجہ آصف! اے پاکستان کے حکمرانو! کشمیر تمہارے اس اعتراف کا گواہ ہے، اور وادی کے وہ پہاڑ جو شہیدوں کے خون سے رنگین ہیں، تم پر گواہی دے رہے ہیں۔ یہ "استعمال" ہونا جس کا تم رونا رو رہے ہو، تمہارا اپنا انتخاب تھا۔ تم نے اقتدار اور کرسی کے بدلے اپنی عاقبت بیچ ڈالی۔ تم نے امت کے شیر، پاک فوج کو امریکہ اور بھارت کے مفادات کا پہرے دار بنا دیا۔ تم مظلوم نہیں ہو۔ تم اس جرم میں برابر کے شریک ہو۔ سرینگر کی ماؤں کی چیخیں، چھروں (پیلیٹ

گنز) سے چھلنی نوجوانوں کی بینائی اور وہ گمنام قبریں تم سے "اخلاقی مدد" کی طلبگار نہیں ہیں اور نہ ہی انہیں تمہارے اس شکوے سے کوئی سروکار ہے کہ تمہیں "استعمال" کر کے چھوڑ دیا گیا، بلکہ وہ تمہاری غداری پر لعنت بھیجتی ہیں۔

پاک فوج کے مخلص افسران کے نام: وزیر دفاع کا یہ اعتراف تمہارے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔ تمہاری قیادت خود تسلیم کر رہی ہے کہ وہ مغرب کے ہاتھوں میں "ٹوالٹ پیپر" کی طرح ہے! تو آخر تم کب تک ان ایجنٹوں کے گناہوں کا بوجھ اٹھاتے رہو گے؟! کب تک تم اپنی طاقت کو امریکی مفادات کی خدمت کے لیے استعمال ہونے دو گے جبکہ کشمیر کے مسلمانوں کو بے دردی سے کچلا جا رہا ہے؟! ان حکمرانوں نے تمہیں اور پوری امت کو بیچ ڈالا ہے، اور وہ تباہی کے گڑھے کی طرف بڑھ رہے ہیں، اور انہیں صرف ان غداروں کے طور پر یاد رکھا جائے گا جنہوں نے اس سرزمین پر کفر کے نفاذ کی راہ ہموار کی جو محمد بن قاسم کی تلوار سے فتح ہوئی تھی۔ اب اس غلامی کے معاہدے کو چاک کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تم 'حزب التحریر' کو نصرۃ (عسکری مدد) فراہم کرو تا کہ نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ قائم کی جا سکے، جو تم سے اس ذلت کو دور کرے گی، کشمیر کو آزاد کرائے گی، اور مغرب کے ساتھ ایک ایسے آقا کے طور پر نہیں جس کی اطاعت کی جائے، بلکہ ایک ایسے دشمن کے طور پر نمٹے گی جس کا مقابلہ کیا جائے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيراً وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ "سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور اپنی مظلومی کے بعد (ظلم کے خلاف) بدلہ لیا، اور عنقریب ظلم کرنے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام کی طرف پلٹتے ہیں" (سورۃ الشعراء، آیت 227)

﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيعاً وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى﴾

"تم انہیں متحد سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے جدا (پھٹے ہوئے) ہیں"

(سورۃ الحشر، آیت 14)

امریکی وزیر خارجہ مارکو روبیو نے 14 فروری 2026 کو میونخ سیکیورٹی کانفرنس کے دوران، جس میں تمام بڑی یورپی طاقتیں شریک تھیں، کہا: "جہاں تک امریکہ اور یورپ کا تعلق ہے، ہمارا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے"۔

الرایہ: امریکہ اور یورپی ممالک کے درمیان مماثلتوں کے باوجود، وہ اپنے متضاد مادی مفادات کی وجہ سے منقسم ہیں۔ اپنی پوری تاریخ میں یورپ نے اپنی ہی ریاستوں کے درمیان جنگوں کی ہولناکیوں کا سامنا کیا ہے، جن میں دو عظیم عالمی جنگیں بھی شامل ہیں۔ امریکہ نے اپنی آزادی کے لیے یورپی استعمار کے خلاف جنگ لڑی، اور اب وہ یورپ کے بچا کچھا اثر و رسوخ ختم کرنے کے لیے بھرپور طریقے سے برسرِپیکار ہے۔

اے مسلمانو! امریکہ اور یورپ کے درمیان جاری اس کشمکش کی وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ کے کلام سے بڑھ کر کوئی اور اظہارِ بیان نہیں ہو سکتا، جہاں اللہ فرماتا ہے: ﴿**بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعاً وَقُلُوبُهُمْ شَتَّى**﴾ "ان کی آپس کی لڑائی بہت سخت ہے، تم انہیں متحد سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں" (سورۃ الحشر، آیت 14)۔ شرعی قاعدہ ہے کہ: "اعتبار لفظ کی عمومیت کا ہوتا ہے نہ کہ سبب کی خصوصیت کا"۔ حقیقت یہ ہے کہ کفار نبی ﷺ کے دور میں بھی منقسم تھے، جیسا کہ وہ آج منقسم ہیں۔ اسلام کے خلاف مشترکہ دشمنی کے باوجود وہ اندرونی خلفشار کا شکار ہیں۔ امتِ مسلمہ کا کام محض اس حقیقت کو جان لینا نہیں ہے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اسے اسلام کے غلبے کو مضبوط بنانے کے ایک موقع کے طور پر استعمال کرنا ہے۔ یہ جائز نہیں کہ امت ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہے جبکہ بدعنوان ترین قیادتیں انسانیت کے وسائل پر اس طرح لڑ رہی ہوں جیسے وہ مالِ غنیمت ہو، بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی شرعی ذمہ داریوں کو پورا کرے تاکہ عالمی سطح پر ایک بااثر قوت بن سکے، جو انسانیت کو مغرب کے ظلم سے نکال کر اسلام کے عدل کی طرف لے جائے۔

اسلام عقیدے اور نظام کے درمیان ٹوٹے ہوئے تعلق کو دوبارہ جوڑنے کی دعوت دیتا ہے

اسلام نے جب حاکمیت (سیادت) کو شریعت کے لیے مخصوص کیا، تو اس سے مراد محض بلند و بانگ نعرے نہیں تھے، بلکہ اس کا مقصد ایک ایسا مکمل نظام تھا جس سے قوانین اخذ کیے جائیں، تعلقات کو منضبط کیا جائے اور سیاست، معیشت، معاشرت اور زندگی کے دیگر تمام امور میں اسی کے ذریعے فیصلے کیے جائیں۔ پس یہاں حاکمیت کوئی محض ثقافتی انتخاب نہیں ہے، بلکہ یہ اس ایمان سے پیدا ہونے والا ایک پختہ عہد ہے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کے مفادات کو بہتر جاننے والا ہے، اور اس کی شریعت ہی لوگوں کے لیے عدل و انصاف کی فراہمی اور استحکام کی ضامن ہے۔

پس اسلام عقیدے اور نظام کے درمیان منقطع ہو جانے والے تعلق کو دوبارہ جوڑنے کی پکار ہے، تاکہ دین محض انفرادی رویوں تک قید نہ رہے اور نہ ہی امت کے معاملات اس کے عقیدے سے الگ رہ کر چلائے جائیں۔ یہ ایک ایسا منصوبہ ہے جو شریعت کی حاکمیت اور امت کی وحدت پر مبنی ہے، اور اسے ہی افراتفری، غلامی اور تضادات کے چنگل سے نکلنے کی بنیاد قرار دیتا ہے۔

اس تصور کی طرف دعوت کوئی ٹکراؤ یا گوشہ نشینی کی دعوت نہیں ہے، بلکہ اس سوال پر ایک سنجیدہ مراجعت کی پکار ہے کہ: ہم اسلام کی بنیاد پر کیسے زندگی گزاریں؟ اور ہم اس سے اخذ شدہ احکامات کو لوگوں کے مسائل کا علاج اور زندگی گزارنے کا ایک ایسا حقیقی طریقہ کیسے بنائیں جو ان کے بحرانوں کو حل کرے، نہ کہ اسے صرف ایک ایسی میراث سمجھا جائے جسے صرف خاص موقعوں پر یاد کیا جاتا ہے؟ جب ان سوالات کو شعور اور سچائی کے ساتھ دوبارہ اٹھایا جائے گا، تو اسلام ہی سے منبثق نظام فکر و عمل کے میدان میں واحد حل بن کر ابھرے گا، جو امت کو بصیرت کی وضاحت اور سمت کی پختگی عطا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔

گہرے سیاسی اسباق کا مجموعہ

معاشرے میں دین کے قیام کے لیے ایسی قوت کی ضرورت ہے جو اس کی حفاظت کرے، کیونکہ حکمرانی (سلطان) کے بغیر محض فکری قناعت کافی نہیں ہوتی۔ نصرت (مدد) صرف مفادات کا کوئی اتحاد نہیں بلکہ ایک جامع اصولی وابستگی ہے۔ اسلامی ریاست کے قیام کے لیے کام واضح مراحل سے گزرتا ہے جس میں فکری دعوت، پھر معاشرے کے ساتھ میل جول (تفاعل)، اور اس کے ساتھ ساتھ اہل قوت واثر (اہلِ قوت ومنعت) سے نصرت کی طلب شامل ہے، یہاں تک کہ ریاست قائم ہو جائے۔

جب ہم ان تصورات کو حقیقت سے جوڑتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی جماعتیں اور اصلاحی منصوبے اس لیے لڑکھڑا جاتے ہیں کیونکہ وہ یا تو صرف وعظ ونصیحت پر اکتفا کرتے ہیں اور اپنے افکار کے محافظ تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتے، یا پھر وہ ایسے سمجھوتوں (ڈیلز) میں شامل ہو جاتے ہیں جو ان کے منصوبے کو اس کی اصل روح سے خالی کر دیتے ہیں۔ یا پھر وہ دین کو اقتدار تک پہنچنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں، نہ کہ ایک مکمل ضابطہ حیات۔ چنانچہ آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ، جیسا کہ بنو عامر بن صعصعہ نے کیا تھا، نصرت میں اپنی سچائی ثابت کرنے سے پہلے ہی اقتدار میں اپنے حصے کا سوال کرنے لگتے ہیں۔

اس طرح، اس مرحلے کی سمجھ بوجھ تبدیلی کے حوالے سے ہماری سوچ کو دوبارہ ترتیب دیتی ہے: کہ دعوت کو ایک ایسی پناہ گاہ کی ضرورت ہے جو اس کی حفاظت کرے، منصوبے کو ایسی قوت چاہیے جو اسے سہارا دے، اور نصرت محض ایک نعرہ نہیں بلکہ ایک ایسا عہد ہے جس کی قیمت وہ ادا کرتا ہے جو اسے پیش کرتا ہے۔ اور جو شخص نبی کریم ﷺ کا عرب کے قبائل میں تشریف لے جانے پر غور کرتا ہے، وہ جان لیتا ہے کہ ریاست کی تعمیر کسی ایک لمحے کا کام نہیں تھی، بلکہ یہ طویل صبر، واضح نظریے اور اصول پر ثابت قدمی کا ثمر تھا، یہاں تک کہ وہ سچا ماحول تیار ہو گیا جس نے پوچھا: "ہم کس بات پر آپ کی بیعت کریں؟" پھر جب انہوں نے اس کی قیمت جان لی تو کہا: "ہم نہ اس (عہد) سے پیچھے ہٹیں گے اور نہ ہی اسے ختم کرنے کا مطالبہ کریں گے"۔

ٹرمپ کی امن کونسل جدید دار الندوہ کی سازش

بقلم: الأستاذ صلاح الدين الأوزبيكي

(ترجمہ)

اگرچہ تاریخ کے اسٹیج پر کردار اور ذرائع بدل چکے ہیں، لیکن حق اور باطل کے درمیان کشمکش کی حقیقت اور طریقے عملاً تبدیل نہیں ہوئے۔ مکہ کے مشرکین خانہ کعبہ کے قریب واقع "دار الندوہ" نامی کونسل کے ہال میں اکٹھے ہوتے تھے اور اسلامی دعوت کو ختم کرنے، مسلمانوں کو کمزور کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے عزم و ارادے کو توڑنے کے لیے انتہائی خبیث اور مکارانہ منصوبے بناتے تھے۔ دار الندوہ محض ایک عمارت نہیں تھی بلکہ اسلام کے خلاف منظم سیاسی فیصلے کرنے کا ایک مرکز تھا۔ وہاں قریش کے سردار جمع ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے قتل اور آپ کی دعوت کو مکمل طور پر مٹانے کی منصوبہ بندی کی۔ ابو جہل کی تجویز پر مشرکین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہر قبیلے سے ایک مسلح اور طاقتور نوجوان منتخب کیا جائے اور وہ سب مل کر ایک ہی وقت میں نبی کریم ﷺ پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیں۔ اس شرمناک منصوبے کا مقصد یہ تھا کہ خون کا بدلہ تمام قبائل میں بٹ جائے تاکہ بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کے قتل کا انتقام نہ لے سکیں۔ وہ دار الندوہ میں اسلام کا گلا گھونٹنے اور اس کے مستقبل کا خاتمہ کرنے کے لیے پر عزم تھے۔

آج "امن کونسل" کا منصوبہ، جس کی ٹرمپ اور اس کے گرد موجود شر پسند قوتیں مبارک فلسطین اور غزہ کے حوالے سے تشہیر کر رہی ہیں، اسی تاریخی سازش کی ایک جدید شکل ہے جو شاید دار الندوہ والوں کی اس سازش سے کسی طرح کم خطرناک نہیں۔ اس "امن کونسل" کا مقصد "امن اور خوشحالی" کے لبادے میں وہی پرانا مقصد حاصل کرنا ہے، یعنی غزہ کو اس کے رہنے والوں سے خالی کروانا، اسے امریکہ کے کنٹرول میں ایک اقتصادی زون بنانا اور اجتماعی فتنے کے ذریعے مسلمانوں کے اسلامی عزم اور ایمانی جذبے کو ختم کرنا، جیسا کہ دار الندوہ میں طے پایا تھا۔

ٹرمپ کے حالیہ بیانات، جن میں غزہ کی جغرافیائی و دفاعی اہمیت کی تعریف کی گئی ہے اور اسے "فرانسیسی رویرا" (French Riviera) جیسے ایک خوبصورت تفریح گاہ میں بدلنے کی بات کی گئی ہے، ان کے پیچھے مسلمانوں کو ان کی بابرکت زمین سے محروم کرنے اور مال و دولت کے دھوکے کے ذریعے انہیں اپنے دین سے دستبردار ہونے پر راغب کرنے کا منصوبہ چھپا ہوا ہے۔

اور جس طرح دار الندوہ کے بڑوں نے شعب ابی طالب میں مسلمانوں کا محاصرہ کیا، انہیں بھوک کی اذیت سے آزمایا اور پھر اپنی شرائط ماننے پر مجبور کرنے کی کوشش کی، بالکل اسی طرح آج غزہ کے لوگوں پر مسلط کردہ بھوک اور وہاں ہونے والا قتلِ عام وہ دو ہتھیار ہیں جن کا مقصد مسلمانوں کو اسی "امن کونسل" کے منصوبے کو قبول کرنے پر مجبور کرنا ہے۔

سب سے زیادہ دکھ اور تکلیف دہ بات یہ ہے کہ آج کی "دار الندوہ" صرف واشنگٹن میں ہی تعمیر نہیں ہوئی بلکہ بعض اسلامی ممالک کے حکمرانوں کے محلات میں بھی بنی ہوئی ہے۔ فتنے کے یہ منحوس مراکزاب قاہرہ، ریاض، ابو ظہبی اور عمان جیسے دارالحکومتوں میں پھل پھول رہے ہیں، اور "امن کونسل" کا مقصد ان ہی علاقائی "شیوخ" کو شریک کرنا اور ان کے ہاتھوں غزہ پر امریکہ کا کنٹرول مسلط کرنا ہے۔ جہاں ایک طرف ان ممالک کے حکام، بالخصوص مصری حکومت، غزہ کا محاصرہ کرکے اور اس کا گلا گھونٹ کر یہودی وجود کی خدمت کرنے میں خوشی محسوس کر رہے ہیں، وہیں متحدہ عرب امارات، مراکش اور بحرین "اقتصادی ترقی" کے بہانے غزہ کو غیر مسلح کرنے، مسلمانوں کو ان کی زمینوں سے نکالنے اور "ابراہم معاہدوں" (Abraham Accords) میں شرکت کے منصوبے کی قیادت کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔

ٹرمپ کی امن کونسل میں شرکت کرنا اور غزہ کو بیچنے اور مسلمانوں کو ذلیل کرنے کے لیے کفار کے منصوبوں کی حمایت کرنا، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور غزہ میں بہنے والے پاکیزہ خون کے ساتھ بدترین خیانت ہے۔ یہ محض ایک سیاسی اتحاد نہیں ہے بلکہ ان ظالموں کی عملی شرکت ہے جو اسلام کو ختم کرنے اور اپنے جرائم کو جائز قرار دینے کی کوشش کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿**لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ**﴾ "مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں" (سورۃ آلِ عمران، آیت 28)

اس کونسل میں شرکت کا مطلب مظلوم بچوں کی چیخوں کا سودا کرنا، تشدد کا شکار ہونے والی خواتین کے حقوق سے دستبردار ہونا اور مسلمانوں کی مبارک زمینوں کو یہودی وجود کو تحفے میں دینا ہے، اور اس عظیم جرم کا انجام نہ صرف تاریخ کا ایک ملعون باب ہو گا بلکہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں دردناک عذاب بھی ہو گا۔ "دار الندوہ" کے وارثوں کے ساتھ تمہارے یہ معاہدے امتِ مسلمہ کے جسم میں پیوست ایک زہریلا خنجر ہیں۔ یہ مشرکین کے اس منصوبے کی طرح ہے جنہوں نے ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان لینے کا ارادہ کیا تھا تاکہ سب مل کر نبی کریم ﷺ کو قتل کریں، تاکہ ذمہ

داری سب پر بٹ جائے اور مسلمان کسی ایک سے بدلہ نہ لے سکیں۔ تم اس قسم کی اجتماعی بین الاقوامی غداری کے ذریعے غزہ کے عزم و ارادے کو دبانے اور کچلنے کی کوشش کر رہے ہو۔

لیکن تاریخ گواہ ہے کہ دار الندوہ کی سازشیں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے ثبات اور استقامت کو نہ توڑ سکیں، اور اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو ان سازشوں سے نکلنے کا راستہ دیا اور اسلام کی ریاست کی تعمیر کے لیے نصرت عطا فرمائی۔ اسی طرح امن کونسل کے وہ منصوبے جن کی آج ٹرمپ اور ایجنٹ حکمران تشہیر کر رہے ہیں، امت کے ارادے کے سامنے پاش پاش ہونے کے لیے مقدر ہیں۔ کیونکہ غزہ فروخت کے لیے کوئی جائیداد نہیں ہے، یہ امتِ مسلمہ کی غیرت اور عزت کی علامت ہے۔ ہمیں واضح طور پر یہ کہنا چاہیے کہ غزہ اور پورے فلسطین میں جاری ظلم کو روکنے، مسلمانوں کی آبرو اور عزت کی حفاظت کرنے اور فتنہ پرور کونسلوں کو تباہ کرنے کا واحد حل "خلافتِ راشدہ" کا قیام ہے! جب تک مسلمانوں کی قیادت وہ خلیفہ نہیں سنبھال لیتا جو ان کا دفاع کرے، کفار کو خوفزدہ کرے اور اسلام کے نظام کے مطابق عدل قائم کرے، تب تک غزہ کا المیہ جاری رہے گا اور مسلمانوں کا خون بہتا رہے گا۔ مسلمانوں کو اس "امن" کی ضرورت نہیں ہے جو استعمار نے وضع کیا ہے، بلکہ انہیں خلافت کے جھنڈے تلے سچے الٰہی انصاف کی ضرورت ہے جو انہیں جدید "دار الندوہ" اور اندرونی غداروں سے نجات دلائے اور ان کی زمین اور عزت کی حفاظت کرے۔

ان فتنہ پرور کونسلوں میں شریک ہونے والوں اور امت کی تقدیر سے کھیلنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سخت وارننگ ایک سبق ہونی چاہیے: ﴿**وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ**﴾ "اور تم ہرگز یہ نہ سمجھو کہ اللہ ان کاموں سے غافل ہے جو یہ ظالم کر رہے ہیں، وہ تو انہیں اس دن تک مہلت دے رہا ہے جس دن (خوف کے مارے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی" (سورۃ ابراہیم، آیت 42)

سرمایہ دارانہ بین الاقوامی ادارے: استعماری اوزار

شامی وزارتِ خزانہ نے 11 فروری 2026 کو شام کے مرکزی بینک کے گورنر عبدالقادر حصریہ اور ورلڈ بینک کے وفد کے درمیان ایک اجلاس منعقد کیا، جس کا مقصد معیشت کی بحالی کے طریقوں اور متوقع بحالی کے منصوبوں پر تبادلہ خیال کرنا تھا۔ حصریہ نے ورلڈ بینک کے تعاون سے تین بڑے منصوبوں پر کام شروع کرنے کا انکشاف کیا، اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ منصوبے شام میں معیشت کی بحالی اور مالی استحکام کی راہ میں ایک بنیادی ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔

الرایہ: ورلڈ بینک کی تاریخ قرض لینے والے ممالک کی پالیسیوں میں مداخلت اور ایسی سخت شرائط سے بھری پڑی ہے جو ان ممالک اور ان کی معیشت کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ یہ بینک ان امیر ممالک کی حمایت میں جانبداری کے لیے مشہور ہے جو اس کے زیادہ تر حصص (شیئرز) پر قابض ہیں، اسی طرح یہ قرض لینے والے ممالک کے مفاد میں پیداواری منصوبوں کی مالی اعانت کو نظر انداز کرتا ہے۔ اور اس کی جان بوجھ کر کی جانے والی بدانتظامی کے نتیجے میں قرضے حکام کی جیبوں میں چلے جاتے ہیں، اور وہ شرائط جو یہ نام نہاد "معاشی اصلاحات" کے نام پر رکھتا ہے — جیسے کہ نجکاری اور سرکاری اخراجات میں کمی — غربت کا باعث بنتی ہیں۔

اس کی تباہ کاریوں کی مثالیں دنیا بھر میں اس کے ناکام منصوبے ہیں۔ بھارت میں اس نے 'مانا ڈیم' کے منصوبے کی فنڈنگ کی جس سے آبادی کی بے دخلی کے سوا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا، انڈونیشیا میں جنگلات کی سرمایہ کاری کا منصوبہ جس نے ماحول کو تباہ کر دیا، پاکستان میں توانائی کے منصوبے، ویتنام میں سڑکیں، نائیجیریا میں زراعت، ارجنٹائن میں بنیادی ڈھانچے (انفراسٹرکچر) کے قرضے، موزمبیق میں پانی کا منصوبہ، اور دیگر وہ ممالک جو اس کی آگ میں جھلس چکے ہیں۔
معیشت کا بنیادی اور جڑ سے حل وہی ہے جس کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے، اور وہ ہے اس کی شریعت کا مکمل نفاذ، جس میں اقتصادی نظام بھی شامل ہے، اور یہ سب نبوت کے طریقے پر قائم خلافت کے سائے میں ہی ممکن ہے۔

جو نصرت چاہتا ہے وہ پہلے اسے اپنے اندر تلاش کرے

شریعت کے نفاذ پر ثابت قدم رہنا حالات کے سامنے جمود کا نام نہیں ہے، بلکہ طوفانوں کے درمیان ایک واضح بصیرت ہے۔ کہ انسان یہ جان لے کہ راستہ طویل ہو سکتا ہے اور آزمائش سخت ہو سکتی ہے، لیکن حق کبھی ضائع نہیں ہوتا جب تک زمین پر اسے سچائی کے ساتھ تھامنے والے موجود ہوں۔ پس حقیقی نصرت اس دن شروع نہیں ہوتی جب شہر فتح ہوتے ہیں یا جھنڈے لہرائے جاتے ہیں، بلکہ یہ اس دن شروع ہوتی ہے جب انسان اپنے خوف، اپنی خواہش اور اپنی ہچکچاہٹ پر فتح پالیتا ہے، اور اس بات پر وفادار رہنے کا انتخاب کرتا ہے جس پر وہ ایمان لایا ہے۔

قوموں کے بارے میں اللہ کی یہی سنت رہی ہے۔ کہ جب دل درست ہو جاتا ہے تو راستہ سیدھا ہو جاتا ہے، اور جب راستہ سیدھا ہو جاتا ہے تو تمکین (اقتدار و غلبہ) اس وقت آتا ہے جس کا انتخاب اللہ کرتا ہے، نہ کہ وہ وقت جس کی لوگ جلدی کرتے ہیں۔ یہ کوئی سست انتظار نہیں ہے، بلکہ یہ وہ عمل، صبر اور یقین ہے جو انسان کو قدم بہ قدم آگے لے جاتا ہے، یہاں تک کہ نظریہ ایک حقیقت میں، صبر فتح میں، اور وعدہ ایک ایسی سچائی میں بدل جاتا ہے جسے سب دیکھ لیتے ہیں، حالانکہ پہلے اس پر صرف چند لوگ ہی ایمان لائے تھے۔

لہٰذا جو نصرت چاہتا ہے وہ اسے سب سے پہلے اپنے اندر تلاش کرے۔ اپنی نیت کی سچائی میں، اپنے نظریے کی وضاحت میں، اور اپنے اس یقین میں کہ حق کا ظہور چاہے کتنا ہی مؤخر کیوں نہ ہو جائے، وہ کبھی شکست نہیں کھاتا۔ پس سچے لوگوں کو تلاش کرو اور ان میں شامل ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ * الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ "اور اللہ یقیناً اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا، بے شک اللہ بڑی قوت والا اور نہایت غالب ہے * یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار (تمکین) بخش دیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے، اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے" (سورۃ الحج، آیت 40-41)

میونخ سیکورٹی کانفرنس 2026: عالمی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار اور نئے توازنات کا آغاز

تحریر: پروفیسر حسن حمدان

(ترجمہ)

میونخ سیکورٹی کانفرنس کا 62واں اجلاس 13 سے 15 فروری 2026 کے دوران جرمنی کے شہر میونخ کے 'بائیر شر ہوف' اور 'روز ووڈ' ہوٹلوں میں منعقد ہوا۔ یہ کانفرنس ایک ایسے وقت میں ہو رہی ہے جسے عالمی نظام کی تاریخ میں ایک اہم موڑ قرار دیا جا رہا ہے، جہاں ایک طرف تنازعات بڑھ رہے ہیں تو دوسری طرف روایتی اتحادوں پر اعتماد ختم ہو رہا ہے اور بڑی طاقتوں کے درمیان مقابلہ سخت تر ہوتا جا رہا ہے۔ سیکورٹی اور خارجہ پالیسی کے مسائل پر بحث کے لیے دنیا کے اس ممتاز ترین فورم کے طور پر، یہ کانفرنس عالمی رہنماؤں، پالیسی سازوں اور ماہرین کو ایک مرکزی پلیٹ فارم مہیا کرتی ہے تاکہ وہ

بین الاقوامی نظام کے مستقبل اور اس کے چیلنجز پر تبادلہ خیال کر سکیں۔ گزشتہ چھ دہائیوں کے دوران یہ کانفرنس بین الاقوامی نظام میں آنے والی تبدیلیوں کو سمجھنے اور اسٹریٹجک توازنات کے رجحانات کو پرکھنے کا ایک اہم سالانہ مرکز بن چکی ہے، جس میں سربراہان مملکت و حکومت، وزرائے دفاع و خارجہ اور بین الاقوامی اداروں کے سربراہان کے ساتھ ساتھ ماہرین، تحقیقی مراکز کے نمائندے اور ٹیکنالوجی و دفاعی صنعتوں کی بڑی کمپنیاں بھی شرکت کرتی ہیں۔

اس کانفرنس کا باریک بینی سے جائزہ لینے والے دیکھ سکتے ہیں کہ اس کا انعقاد انتہائی پیچیدہ حالات میں ہوا ہے، جہاں ملاقاتوں کے ماحول پر اتحادیوں کے درمیان اعتماد کی کمی، بلکہ بعض اوقات مکمل طور پر اس کے فقدان کا غلبہ رہا۔ اسی طرح امریکی اندرونی تقسیم اور سرکاری موقف میں تضاد بھی واضح طور پر سامنے آیا۔ اگرچہ امریکہ نے اپنے اتحادیوں کے خلاف لہجے میں کچھ نرمی لانے کی کوشش کی، لیکن بہت سے اہم مسائل پر ان کے اختلافات اس قدر گہرے تھے کہ یہ مصالحتی کوششیں ناکام نظر آئیں، جس کی وجہ سے یہ کانفرنس پچھلی تمام کانفرنسوں سے بالکل مختلف ثابت ہوئی۔ اس منظرنامے کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے ہم دیکھتے ہیں کہ "قواعد پر مبنی عالمی نظام" کے بکھرنے کا موضوع سب سے نمایاں رہا، جہاں کانفرنس کے ایجنڈے میں بین الاقوامی اداروں کی کمزور ہوتی ہوئی کارکردگی، طاقت کی منطق اور اثر ورسوخ کے علاقوں میں اضافے، اور بین الاقوامی قانون کے اصولوں پر متزلزل ہوتے ہوئے اعتماد پر توجہ مرکوز کی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہوئی عوام پسندی، قوم پرستی اور بین الاقوامی وعدوں پر ان کے اثرات کو بھی زیرِ بحث لایا گیا۔

کانفرنس کے چیئرمین وولف گانگ ایشنگر نے اپنے افتتاحی خطاب میں اس تلخ حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ دنیا اس وقت بے چینی اور اضطراب کے ایک ایسے دور سے گزر رہی ہے جس کی پہلے کوئی مثال نہیں ملتی، اور یہ کہ عالمی نظام ایک حقیقی "تباہی" کے عمل سے گزر رہا ہے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اس سال کی رپورٹ کا عنوان "زیرِ تباہی" (Under Destruction) ان سنگین چیلنجز کی عکاسی کرتا ہے جو بین الاقوامی سلامتی اور ممالک کے باہمی تعلقات کو خطرے میں ڈال رہے ہیں، اور یہ عنوان اپنے اندر بحران اور خطرے کے تمام معنی سمیٹے ہوئے ہے۔ جرمن چانسلر فریڈرک میرٹز نے بھی اس کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ بین الاقوامی نظام کے قواعد کو تباہ کیا جا رہا ہے اور دنیا ایک ایسے مرحلے میں داخل ہو رہی ہے جہاں ریاستیں تیزی سے طاقت کے استعمال کی پالیسی اپنا رہی ہیں۔ اس کے برعکس، یورپی رہنماؤں، جن میں خاص طور پر فرانسیسی صدر میکرون اور یورپی کمیشن کی صدر ارسلا وان ڈیر لیین شامل ہیں، کے خطابات میں یورپ کی اپنی حفاظت کرنے کی صلاحیت کو بڑھانے اور دفاعی فیصلے کرنے میں خود مختاری کی طرف ایک سنجیدہ رجحان نظر آیا۔ چنانچہ میکرون نے واضح طور پر یورپی سلامتی کے ڈھانچے کو ازسرِنو ترتیب دینے کی دعوت دی

جس میں ایٹمی دفاعی تعاون بھی شامل ہے، اور اس بات پر زور دیا کہ یورپ اب بیرونی شراکت داروں، اور یہاں تک کہ کئی معاملات میں امریکہ پر بھی مکمل بھروسہ نہیں کر سکتا۔

جہاں تک امریکی بیانیے میں تبدیلی کا سوال ہے، تو 2025 کی گزشتہ کانفرنس کے مقابلے میں وزیر خارجہ مارکو روبیو کے خطاب کے لہجے میں واضح تبدیلی نظر آئی۔ اس وقت جے ڈی وینس نے یورپی سیاسی اشرافیہ کو مغربی تہذیب کے زوال پر خبردار کیا تھا اور ان پر اظہارِ رائے کی آزادی کو دبانے اور بڑے پیمانے پر مہاجرین کی آمد کے خطرے کو نظر انداز کرنے کا الزام لگایا تھا۔ اس کے برعکس، روبیو کا خطاب یہ کہتا ہوا نظر آیا کہ واشنگٹن یورپ کے ساتھ روحانی، ثقافتی اور سیاسی طور پر جڑا ہوا ہے، اور اس نے "اس تہذیب کا مل کر دفاع" کرنے کی دعوت دی۔ ایسا لگتا ہے کہ روبیو نے وینس کے گزشتہ خطاب سے دانستہ طور پر ایک مختلف تاثر پیش کیا تاکہ لفظی حد تک ماحول کو سازگار بنایا جاسکے، لیکن یہ نرمی یورپ کے ساتھ "ٹرمپ طرز" کے رویے کی اصل حقیقت کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ یہ وہی پرانی پالیسی ہے جو اب کم سخت الفاظ میں پیش کی جارہی ہے، مگر اس میں اب بھی ایک ڈھکی چھپی دھمکی موجود ہے جیسا کہ ان کا یہ کہنا: "اگر یورپ ڈونلڈ ٹرمپ کے نقشِ قدم پر چلے گا تو یہ اتحاد قائم رہے گا، ورنہ یورپ کو اپنی مدد آپ کرنی ہوگی"۔ جرمن نشریاتی ادارے DW نے "شراکت داری داؤ پر" کے عنوان سے اس بات کی تصدیق کی اور اشارہ کیا کہ روبیو کے خطاب نے بحرِ اوقیانوس کے دونوں کناروں کے درمیان اس گہری خلیج کو بے نقاب کر دیا ہے جس کا ذکر میرٹس نے کیا تھا۔

یہ معاملہ صرف یورپ کے ساتھ اختلافات تک محدود نہیں رہا، بلکہ امریکہ کی اندرونی تقسیم بھی کھل کر سامنے آگئی جب رکن پارلیمنٹ الیگزینڈریا اوکاسیو کورٹیز نے ٹرمپ پر بحرِ اوقیانوس کے پار اتحاد کو تباہ کرنے اور آمریت کا دور قائم کرنے کی کوشش کا الزام لگایا۔ اس نے اخبار 'دی گارڈین' کے ذریعے بائیں بازو کی ایک متبادل خارجہ پالیسی پیش کی اور خبردار کیا کہ ٹرمپ اور روبیو کی امریکہ کو دنیا سے الگ تھلگ کرنے کی کوششیں پیوٹن کے لیے یورپ میں اپنی طاقت دکھانے کا راستہ ہموار کر رہی ہیں۔ کیلیفورنیا کے گورنر گیون نیوسم نے بھی اس تنقید میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ "ڈونلڈ ٹرمپ عارضی ہیں اور وہ تین سال میں چلے جائیں گے"۔ یہ اختلافات غزہ جیسے سلگتے ہوئے عالمی مسائل تک بھی پھیل گئے۔ جہاں کایا کالاس نے ٹرمپ کی قائم کردہ "امن کونسل" پر تنقید کرتے ہوئے اسے ایک ایسا ذاتی آلہ کار قرار دیا جس میں جوابدہی کا فقدان ہے۔ اسپین کے وزیر خارجہ ہوزے مینوئل البارس نے صدر ٹرمپ پر الزام لگایا کہ وہ اقوامِ متحدہ کے

مینڈیٹ سے تجاوز کرنے اور یورپ کو نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جبکہ یورپ فلسطینی اتھارٹی کو مالی امداد فراہم کرنے والا سب سے بڑا فریق ہے۔

ایک باریک بین مبصر دیکھ سکتا ہے کہ امریکہ اور یورپ کے درمیان اختلافات اب محض ٹیکٹیکل نہیں رہے، بلکہ یہ نیٹو میں اخراجات کی تقسیم، یوکرین جنگ پر موقف، روس کے خلاف دفاعی ترجیحات، اور تجارتی پالیسیوں و محصولات تک پھیل چکے ہیں۔ اب یہ واضح ہو چکا ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ بین الاقوامی نظام کے ڈھانچے اور قواعد کو صرف اپنے مفاد کے لیے تبدیل کر رہی ہے، جس کی وجہ سے میونخ کانفرنس 2026 ایک ایسے آئینے کی شکل اختیار کر گئی ہے جس میں اسٹریٹجک فیصلوں میں خود مختاری کے لیے یورپ کی مضبوط خواہش جھلکتی ہے۔ امریکہ کے "مفاد پرستانہ یکطرفہ پن" اور بین الاقوامی اداروں کی اہمیت کم کرنے کی طرف جھکاؤ کے ساتھ، ہم ایک ایسے عالمی نظام کے سامنے کھڑے ہیں جو اپنی اس تاریخی مرکزیت کو کھو رہا ہے جس نے دہائیوں تک قوموں کی تقدیر پر غلبہ حاصل کر رکھا تھا۔ امتِ مسلمہ کے لیے دونوں فریقوں کے درمیان متوقع یہ بڑی توڑ پھوڑ اور امریکہ کی اندرونی تقسیم، تاریخی مواقع کا ایک نیا دریچہ کھول سکتی ہے۔ کیونکہ بڑی طاقتوں کی اپنی باہمی جنگوں میں مصروفیت ہمارے خطے پر اپنی مشترکہ پالیسیاں مسلط کرنے کی ان کی صلاحیت کو کمزور کر دے گی۔ اسی طرح پرانے بین الاقوامی قواعد کا بکھرنا نئے توازنات کے ابھرنے کی راہ ہموار کرتا ہے جو سیاسی آزادی اور ترقی و بیداری کے لیے زیادہ گنجائش فراہم کرتے ہیں۔ شاید اس اضطراب اور مغربی مفادات کے ٹکراؤ میں بڑی طاقتیں آپس میں ہی الجھ کر رہ جائیں، اور ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ یہ صورتحال امتِ مسلمہ کے لیے خیر، غلبہ اور خود مختاری کا باعث بنے، ایک ایسی دنیا میں جو اب زیادہ منصفانہ اور متوازن متبادلات کی تلاش میں ہے۔

امریکہ کا مغربی کنارہ کی بستیوں میں قونصلر خدمات فراہم کرنے کا اعلان

مقبوضہ بیت المقدس میں قائم امریکی سفارت خانے نے 24 فروری 2026 کو اپنے 'ایکس' (X) اکاؤنٹ پر یہ اطلاع دی کہ "بیرون ملک مقیم تمام امریکیوں تک رسائی کی کوششوں کے تحت، قونصلر عملہ جمعہ 27 فروری 2026 کو 'ایفرات' میں پاسپورٹ کی معمول کی خدمات فراہم کرے گا"۔ ایفرات ایک ایسی بستی ہے جو بیت لحم کے جنوب میں یہودیوں کی غصب کردہ زمین پر قائم کی گئی ہے۔ سفارت خانے نے یہ بھی بتایا کہ وہ بیت لحم ہی کے قریب واقع 'عیلیت' بستی میں بھی قونصلر خدمات فراہم کرے گا۔

الرایہ: یہ اقدام یہودی وجود کے لیے امریکی سفیر کے 21 فروری 2026 کے اس بیان کے بعد سامنے آیا ہے جس میں اس نے کہا تھا کہ اسے یہودی وجود کے پورے مشرقِ وسطیٰ پر قبضے میں کوئی اعتراض نہیں، اور اس نے اسے نیل سے فرات تک یہودیوں کی زمین قرار دیتے ہوئے کہا کہ "اگر یہودی اس تمام (علاقے) پر قبضہ کر لیں تو یہ اچھا ہو گا"۔ انہوں نے اسے وہ زمین قرار دیا جو "خدا نے ابراہیم کے ذریعے اس قوم کو عطا کی جسے اس نے چنا تھا"۔

بے شک امریکہ مسلمانوں کو یہ دھوکہ دے رہا ہے کہ وہ بستیوں (کی تعمیر) کو تسلیم نہیں کرتا، لیکن ایک دن ایسا آئے گا جب وہ انہیں تسلیم کر لے گا، اور پھر ان دیگر ممالک کی باری آئے گی جو نیل سے فرات تک کے خطے میں شامل ہیں۔ اس کا آغاز جنوبی شام پر قبضے سے ہو چکا ہے، جہاں وہاں کے صدر احمد الشرع نے اپنے آقا ٹرمپ کے حکم کی تعمیل میں انتہائی ذلت اور خود سپردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔

شہر رمضان المبارک: عظیم اسلام کی نصرت کے لیے ہمتیں جوان کرنے کا موقع

مسلمانوں کو یہ بات ہر گز نہیں بھولنی چاہیے، جبکہ وہ اپنے دین اور اپنی امت کے خلاف اہل کفر کی چالیں دیکھ رہے ہیں، کہ انہیں ان کے رب سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔ بے شک قرآنِ کریم جوان کے ہاتھوں میں ہے، وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس فرمان کی پکار بلند کر رہا ہے: ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ "اور ان کے مقابلے کے لیے جس قدر تم سے ہوسکے طاقت اور پلے ہوئے گھوڑوں کی تیاری رکھو جس سے تم اللہ کے دشمنوں، اپنے دشمنوں اور ان کے سوادوسروں کو، جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ انہیں جانتا ہے، دہشت زدہ کر سکو۔ اور تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کروگے وہ تمہیں پورا پورا لوٹایا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا"(سورۃ الانفال، آیت 60)

اللہ عزوجل نے ہمارے لیے اس عظیم مہینے تک پہنچنا مقدر فرمایا ہے، جو ہمیں نفسیاتی تیاری کی قوت بخشتا ہے، اور ہمارے رویے کو دشمن کی دھمکیوں اور اس کی فوجی طاقت کے خوف سے نکال کر اللہ عزیز و حکیم کی نصرت پر مبنی عزت اور یقین کے مقام پر لے آتا ہے۔ پس اگر دشمن ہماری فوجی قوت کو چھیننے کی سازش کرے، تو رمضان میں عقیدے کی پختگی، ثباتِ قدم اور اس عظیم دین کی نصرت کے لیے ہمت کو مہمیز کرنے کا بہترین موقع ہے۔

بے شک رمضان وہ وقت ہے جس میں مسلمانوں کی تیاری ان کے دشمن کی تیاری کے مدمقابل آتی ہے اور اسے مغلوب کر دیتی ہے۔ پس تقویٰ اور اللہ کی طرف رجوع سے نفسیاتی تیاری مکمل ہوتی ہے، رہا مادی تیاری کا معاملہ تو اللہ اپنی قدرت و مشیئت سے اہل قوت و نصرت (اہلِ قوت و المنعہ) کو ہمارے حق میں متحرک کر دے گا، تاکہ پانسہ ظالموں پر پلٹ جائے اور اللہ کے فضل سے طاقت دوبارہ ہمارے ہاتھوں میں آ جائے۔ لہٰذا اس مہینے کا عنوان 'فتوحات کا مہینہ' ہونا چاہیے، اور ہماری تاریخ میں اس بات کی عظیم دلیلیں موجود ہیں کہ رمضان تیاری، مستعدی اور کامیابی کا مہینہ ہے۔